ماھنامہ

حکمت بالغہ

اکتوبر 2009

مدیر: انجینئر مختار حسین فاروقی

قرآن اکیڈمی

جھنگ پاکستان

فون اور فیکس: 0092-47-7628361

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ http://jhanghikmat.co.cc/ یا

www.hamditabligh.net پر حکمت بالغہ کے تمام شمارے دستیاب ہیں

فرمانِ خداوندی

سورة المنافقون

سورۃ المنافقون 'نفاق' کے موضوع پر قرآن مجید کی بڑی مختصر لیکن انتہائی جامع سورت ہے۔ یہ دو رکوعوں پر مشتمل ہے۔ اس کے پہلے رکوع میں نفاق کی حقیقت، اس کا اصل سبب، اس کا نقطۂ آغاز، اس کی علامات اور اس کی ہلاکت خیزی کا بیان ہے۔ (منافق اسے کہتے ہیں جو خود کو مسلمانوں میں شامل کراتا ہو لیکن اس کا دل نورِ ایمان سے خالی ہو)۔

دوسرے رکوع میں اس مرض سے بچاؤ کی تدابیر اور اگر کسی کو اس کی چھوت لگ جائے تو اس کے علاج اور معالجہ کی شکل بتائی گئی ہے۔

(اے محمد ﷺ) جب منافق لوگ تمہارے پاس آتے ہیں

تو (از راہِ نفاق) کہتے ہیں:

ہم اقرار کرتے ہیں کہ آپ بے شک اللہ کے پیغمبر ہیں

اور اللہ جانتا ہے کہ درحقیقت تم اس کے پیغمبر ہو

لیکن اللہ (جو دلوں کی کیفیات بھی جانتا ہے) ظاہر کئے دیتا ہے کہ

منافق (دل کا اعتقاد نہ رکھنے کی وجہ سے) جھوٹے ہیں

انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے

اور ان کے ذریعے سے (لوگوں کو) راہِ خدا سے روک رہے ہیں

کچھ شک نہیں کہ جو کام یہ کرتے ہیں بُرے ہیں

یہ اس لئے کہ یہ (پہلے تو) ایمان لائے پھر کافر ہو گئے

تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی

سو اب یہ سمجھتے ہی نہیں

اور جب تم ان (کے تناسب اعضاء فربہی اور تازگی) کو دیکھتے ہو
تو ان کے جسم (کیا ہی) اچھے معلوم ہوتے ہیں

اور جب وہ گفتگو کرتے ہیں تو تم ان کی تقریر کو توجہ سے سنتے ہو

(مگر درحقیقت) گویا لکڑیاں ہیں جو دیوار سے لگائی گئی ہیں

(بزدل ایسے ہیں کہ) ہر زور کی آواز کو سمجھیں کہ ان پر (بلا آئی)

یہ تمہارے دشمن ہیں ان سے بے خوف نہ رہنا

اللہ ان کو ہلاک کرے، یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں

اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ

رسول اللہ تمہارے لئے مغفرت مانگیں

تو سر ہلا دیتے ہیں

اور تم ان کو دیکھو کہ تکبر کرتے ہوئے آگے بڑھنے سے ہچکچاتے ہیں

ان کے حق میں برابر ہے کہ تم ان کے لئے مغفرت مانگو یا نہ مانگو

اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا

بے شک اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا
صدق اللہ العظیم

اتحادِامت کے لئے

کرنے کے۔۔۔۔۔بنیادی کام

(حصہ اوّل)

انجینئر مختار فاروقی

مسلمانانِ عالم کا اتحادواتفاق ہر مخلص اور دردمند مسلمان کے دل کی آرزو ہے اوراس کے لئے وہ عملاً اپنی سی کوشش بھی کرتا رہتا ہے۔تاہم فی الواقع کئی صدیوں سے یہ کام ایک خواہش سے آگے نہیں بڑھ سکا۔ عالمی اتحاد سے ذرا نیچے ملکی سطح پر مسلمانوں کے اتحاد کی جتنی ضرورت پاکستان کے مسلمانوں کو ہے اتنی شاید کسی اور مسلمان ملک کو نہیں۔گذشتہ چھ سات عشروں میں بیسیوں مسلمان ممالک آزاد ہوکر اقوام متحدہ یا OIC کے ممبر بن چکے ہیں تاہم پاکستان کے مسلمانوں کا بڑا ـــــــــــ عالمی اسلامی اتحاد میں بڑا بنیادی اوراہم کردار ہے۔

پاکستان کے علاوہ دیگر اسلامی ممالک عوامی سطح پر مذہب کے علاوہ بھی اتحاد و یگانگت کی کوئی نہ کوئی بنیاد رکھتے ہیں جس پر خطرات اورمشکل حالات میں وہ کھڑے رہ سکتے ہیں۔مثلاً ترکی،مصر،اردن،شام ایک لسانی اورنسلی ولسانی وحدت رکھتے ہیں۔ بنگلہ دیش میں زبان عوام کو اکٹھا رکھنے والا عنصر ہے غرض کہیں تاریخ،کہیں جغرافیہ،کہیں زبان،کہیں قوم اورکہیں نسل کا اشتراک کسی ملک کے عوام کو باہمی متحد رکھنے اور اتفاق پیدا کرنے کے لئے کام دے جاتا ہے ان مسلمان ممالک میں اسلام کا معاملہ ذرا کمزور بھی ہوجائے اورجیسا کہ ہے تب بھی یہ ممالک اپنی جگہ سیاسی سطح پر اپنا وجود برقرار کرر کھنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں ــــــــــ جبکہ پاکستان واحد مسلمان ملک ہے کہ اس کے بارے میں جس نقطہ نظر سے بھی تجزیہ کریں گے نتیجہ یہی سامنے

آ ئے گا اس ملک کو کوئی بنیاد بھی میسّر نہیں ہے سوائے اسلام کے۔ پاکستان کے عوام کے درمیان نہ لسانی اشتراک ہے (اردو آج تک قومی زبان نہیں بن سکی) نہ ثقافتی اشتراک ہے نہ طویل تاریخ ہمارے ملک کی بقاو سلامتی کی ضامن ہے 14۔ اگست 1947ء سے پہلے پاکستان نام کا کوئی ملک دنیا میں نہیں تھا۔ نہ جغرافیہ ہمارے ملک کا دفاع کرسکتا ہے مشرقی سرحد کھیتوں اور ریگستانوں پر مشتمل ہے جہاں ریت کے ٹیلے صبح ادھر اور شام ادھر ہوتے رہتے ہیں نہ ہی پاکستان میں کوئی ایک نسل آباد ہے کہ اس کی بنا پر ہمارے اندر اتحاد و اتفاق کا جذبہ پیدا ہو سکے۔ مسلمانان پاکستان کو جو چیز اکٹھے رکھے ہوئے ہے اور اکٹھا رکھ سکتی ہے وہ ہے ہمارا مذہب ـــــــــــ اسلام

اسی مذہب کی بنیاد پر یہ ملک پاکستان بنا تھا کہ ہندوستان میں مسلم اور غیر مسلم دو قومیں ہیں مسلمانوں کی اپنی تہذیب ثقافت، تہوار، کھانے، لباس، عبادات، اعتقادات اور طرز زندگی ہے جبکہ غیر مسلم یا ہندو ایک دوسرے مذہب کے پیروکار ہونے کے ناطے ان سب چیزوں میں الگ ہیں۔

مذہب کی بنیاد پر ہی پاکستان معرض وجود میں آیا تھا اور مذہبی جذبے کے پروان چڑھنے ہی کی وجہ سے اس ملک میں استحکام آ سکتا ہے اور اسی جذبے کی فراوانی سے ہی اس ملک کے عوام میں اتحاد و یگانگت پیدا ہو سکتی ہے اور یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ اگر پاکستان کے عوام اسلام کی بنیاد پر اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ اقوام عالم کو دکھا سکیں تو کم از کم عالم اسلام کے مسلمانوں میں لازماً اتحاد اور مسلم ریاست ہائے متحدہ کا خواب شرمندہ تکمیل ہو سکتا ہے۔ USI (UNITED STATES یا USM (UNITED MUSLIM STATES) OF ISLAM)-

---

برطانوی ہند کے مسلمانوں کا یہ اسلامی جذبہ ہی تھا جس نے تاریخ انسانی کے سیاسی معجزہ یعنی قیام پاکستان کو ممکن بنا دیا بغیر جنگ اور اسلحہ کے استعمال کے ایک عظیم مسلمان سلطنت کا وجود میں آ جانا معجزہ سے کم نہیں اس جذبہ نے بعد میں بھی تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفےٰ جیسے موقعوں پر ابھر کر دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا تھا تاہم اب یہ جذبہ وقت کے ساتھ

سرد پڑتا جارہا ہے۔

پاکستان میں سیاسی سطح پر ماضی میں کئی اتحاد بنے اور وقتی طور پر چھا گئے مگر جتنی جلدی آئے تھے اتنی جلدی ہی غائب بھی ہوگئے۔ان اتحادوں سے بلاشبہ آمروں کی رخصتی اور ناپسندیدہ حکومتوں کی چھٹی کرانا اور مطلق فوجی حکمرانوں کا دیس نکالا جسے اہم امور سامنے آئے تاہم کبھی ان اتحادوں سے مثبت کام سامنے نہ آسکا۔حقیقت یہی ہے کہ یہ اتحاد منفی جذبہ سے ہی بنے اور منفی کام کر کے ختم ہوگئے۔

کامیابی یا مثبت تبدیلی کے حصول کے لئے تو ایک اتحاد کی ضرورت ہے جو مثبت بنیادوں پر تشکیل دیا جائے تاکہ اس کی بنیادیں حقیقی اور دیرپا ہوں اور اس کے ثمرات بھی یقینی اور حقیقی ہوں۔

ملک عزیز پاکستان کے جو سیاسی حالات ہیں اس میں تمام دردمند مسلمان اور زعمائے امت ایک اتحاد کے امکان کا عندیہ دے رہے ہیں اور اس کے امکان پر گفتگو جاری ہے اور اس کے خدوخال تراشنے میں بھی کچھ دانشور اور اہل قلم حضرات یقیناً مصروف ہوں گے۔ ہمارے نزدیک مستقبل کے کسی حقیقی اتحاد کی داغ بیل ڈالتے ہوئے ہمیں ماضی کے اتحادوں کی ناکامیاں،کوتاہیاں اور بے تدبیریاں سامنے رکھنی چاہیں اور حقائق کی بنیاد ہی سے کسی نئے اتحاد کی داغ بیل ڈالنی چاہیے۔

موجودہ حالات میں ہمارے نزدیک مسلمانان پاکستان کے اتحاد کے لئے دوسطح پر کام کرنے کی ضرورت ہے آئندہ جب بھی اس تحریر میں ہم اتحاد لفظ استعمال کریں گے تو ہمارے نزدیک اس لفظ ''اتحاد'' سے مراد مسلمانان پاکستان کی ایک ایسی کیفیت ہے جس میں

☆ ہم بلا لحاظ فقہی اختلاف اکٹھے کھڑے ہوں جسے حرمین شریفین میں ایک ہی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں اس طرح یہاں بھی ہماری نمازیں اس بات کا ثبوت ہوں۔

☆ ہمارے دل کافی حد تک ایک دوسرے کے خلاف نفرت سے پاک ہوجائیں حتیٰ کہ پاکستان کے اندر بسنے والے امن پسند غیر مسلموں کے لئے بھی محبت وامن کے جذبات کا اظہار سامنے آسکے۔

☆ قیام پاکستان کے وقت کا دوقومی نظریہ ہمارے مجموعی کردار سے ظاہر ہو کہ مسلمان قوم ـــــــــ اللہ وحدہ لاشریک کو مانتی ہے تمام انبیاء کو مانتی ہے اور حضرت محمد ﷺ کی پیروکار ہے قرآن مجید کی حامل ہے۔اپنی الگ منفرد تہذیب وثقافت،لباس اور تہوار رکھتی ہے۔

جبکہ غیر مسلم اپنے عقائد، رسومات اور عبادات کے طریقوں کی بنا پر مسلمانوں سے الگ قوم ہیں اجتماعی معاملات میں یہ دوقومیں الگ الگ محسوس ہونا چاہییں یہ دوقومی نظریہ ایک زندہ حقیقت ہونی چاہئے۔

☆ مسلمانوں کے اندر اپنے مسلمان ہونے پر فخر کا جذبہ ہونا چاہئے اور حضرت محمد ﷺ کے غلام ہونے کو دنیا کے ہر بڑے سے بڑے اعزاز سے بڑا اعزاز سمجھنا ضروری ہے۔

☆ اسلام کے مقابلے میں رنگ،نسل،زبان،علاقہ،پیشہ غرض ہر عصبیت ہیچ اور غیر اہم ہو جائے

☆ مسلمانان پاکستان اپنے آپ کو اسلام کی اجتماعی تعلیمات یعنی عدل وانصاف ، مساوات، عدل اجتماعی اور کفالت عامہ کے اصولوں کے مطابق ڈھالنے کا ارادہ کر لیں اور اس کے راستے کی ہر رکاوٹ کو دور کرنے کے لئے ہر قربانی دینے پر آمادہ ہو جائیں۔

ایسے ـــــــــ اتحاد امت کے لئے ہمارے نزدیک دو کام یا دوسطحوں پر کام کرنا ضروری ہے ان دو کاموں میں سے پہلا کام یہ ہے کہ

تحریک پاکستان میں شامل طبقات، ادارے اور اجتماعیتوں کو اس جذبے کی اہمیت کو سمجھنا اور اپنے ساتھ وابستہ افراد میں اس جذبہ کو از سر نو پیدا کرنے کی سعی کرنا ضروری ہے۔

تحریک پاکستان کے نتیجے میں پاکستان معرض وجود میں آیا لہٰذا ـــــــــ اب اس ملک کو ساحل مراد تک پہنچانے کا کام بھی اس تحریک کی باقیات کو ادا کرنا چاہئے یہ طبقہ بیدار ہوگا تو اور طبقات بھی اس کے ہم نوا بن جائیں گے تاہم اس طبقہ کو ہراول دستہ بننا ہوگا۔

☆ اس اہم کام کے لئے عملاً پاکستان کی آزادی کا دن سال میں دو دفعہ 14۔اگست اور 27 رمضان المبارک کو جذبے اور شوق سے منانے کی ضرورت ہے اور یہ کام غیر سرکاری سطح پر ہوگا اس مشن کیلئے جن مختلف طبقات کو اس سلسلے میں اپنا فرض ادا کرنا ہے ان میں سے چند حسب ذیل

ہیں۔

1۔رجال دین یعنی طبقہ علماء

مولانا احمد رضا خان صاحب جو ہمارے بریلوی مکتب فکر کے امام ہیں ان کے شاگرد رشید مولانا نعیم الدین مراد آبادی بنفس نفیس تحریک پاکستان میں شریک رہے انہیں کے شاگرد رشید تھے مولانا مفتی محمد حسین نعیمی جنہوں نے جامعہ نعیمیہ لاہور کی بنیاد رکھی اور جن کے فرزند ارجمند ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب حال ہی میں مدرسہ میں ہی دہشت گردی کا نشانہ بن گئے۔

یہ سلسلہ تعلیم وتدریس اوراس سے فارغ التحصیل ہزاروں افراد اپنے متعلقین کوتحریک پاکستان، اس کے مقاصد جلیلہ اوران کے پیچھے جذبہ اور شوق کا احساس دلائیں اوران مقاصد کے حصول کے لئے اب کرنے کا کام لوگوں پر واضح کریں اوراس کے لئے آگے کیا کرنا ہے؟ تحریک پاکستان کا ساجذبہ دوبارہ دلوں میں پیدا کریں اس سمت میں ان حضرات کوبھرپور توجہ کرنا چاہئے۔

اسی طبقہ میں سے مولانا انس نورانی صاحب ہیں جن کے والد گرامی مولانا شاہ احمد نورانی صاحب تھے جن کے والد مولانا عبدالعلیم صاحب، مولانا احمد رضا خان کے داماد تھے۔ان کا پورے سندھ، مکران، بلوچستان میں بڑا حلقہ ہے پنجاب میں بھی ارادتمندوں کی کمی نہیں اسی طرح فیصل آباد کے مولانا سردار احمد صاحب کے فرزندان ارجمند، ملتان کے مولانا احمد سعید کاظمی کا خانوادہ جس کا تعلیمی وتدریسی سلسلہ اب خوب پھیل چکا ہے اور ماشاءاللہ اعلیٰ عہدوں پر ہیں اس طرح بدایونی خاندان کے وارث، مولانا عبدالستار نیازی صاحب کا حلقہ۔اس کے بھی علاوہ بہت سے علماء اس طبقہ سے ہوں گے۔

موجودہ سرکردہ رجال دین میں ڈاکٹر طاہر القادری ہیں جواپنا ایک مقام رکھتے ہیں۔ اگر پاکستان میں اسلام کی آبیاری کرنا ہے اوراتحاد امت کے لئے کام کرنا ہے تو ان تمام حضرات کو اپنے اپنے حلقہ میں اپنے وابستگان کو

- ☆ تحریک پاکستان کی تاریخ سے آگاہ کرنا چاہئے۔
- ☆ تحریک کے مقاصد سے آگاہی دینی چاہیے۔
- ☆ تحریک پاکستان کا ساجذبہ بیدار کرنا چاہئے اوراتحاد امت کادرس دیناچاہئے

☆ اسلامی ریاست کے معنی، اس کا قیام اوراس کا طریقہ کار پر بھرپور مقالے سیمینار، محاضرات اور تصنیفات کا سلسلہ جاری کرنا چاہیئے۔

☆ اپنے حلقوں میں یوم پاکستان بھرپور طریقے پر منانا چاہیئے اورعوامی جذبات کواس مقصد کے لئے بیدار کرنا چاہیئے۔

2۔طبقہ صوفیاء

صوبہ سرحد اور صوبہ پنجاب کے اہل دل اور صوفیانہ خیالات کے حامل رجال دین نے بھی تحریک پاکستان میں والہانہ حصہ لیاان میں سرخیل تھے پیرسید جماعت علی شاہ، پیرسید قمرالدین سیال شریف، پیرم آف مکھڈ شریف، پیر آف زکوڑی شریف وغیرہ وغیرہ ان طبقات کی از سرنو بیداری وقت کا تقاضا ہے یہ سارے طبقات اس طرح جاگیں کہ تحریک پاکستان کا تذکرہ ان کے ہر بچے، ہر جوان اور ہر بوڑھے، مرد عورت کی زبان پر ہو،ان کے ہاں اپنی محفلوں اورنشستوں میں پاکستان کے مقاصد اور پاکستان کا مطلب کیالا الہ الا اللہ کا بار بار تذکرہ ہو،ان مقاصد کے تا حال عدم حصول پر دکھ ہو،اور آئندہ کے لئے جوش جذبہ اور ولولہ۔

3۔دیوبندی علماء

دارالعلوم دیوبند سے وابستہ حضرات نے اگرچہ مجموعی طور پر تحریک پاکستان کا ساتھ نہیں دیا تاہم تحریک پاکستان کے آخری سالوں میں (1946ءمیں)ان کا ایک حصہ کٹ کر تحریک پاکستان کے ساتھ آملا تھاان حضرات میں نمایاں ترین شخصیت صاحب تفسیر عثمانی مولانا شبیر احمد عثمانی تھے علاوہ ازیں ان میں کراچی کے حضرت مفتی شفیع صاحب اور مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب تھے اب ان کی آگے اولادیں ہیں دارالعلوم کراچی عظیم درسگاہ ہے بنوری ٹاؤن کا مدرسہ ہے۔مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا حلقہ تو مجموعی طور پر تحریک پاکستان کے ساتھ آگیا تھا۔تھانوی حلقہ کے بظاہر نمائندے تو مولانا احتشام الحق تھانوی تھے ان کی اولاد تو نا معلوم کہاں ہے کہیں نمایاں نہیں ہیں تاہم ان کا مدرسہ (ٹنڈوالہ یار سندھ) اور شاگرد ہیں جنہیں اس سلسلے میں تحریک کے جذبے کی آبیاری کرنا چاہئے اور وہ تمام کام جو اوپر ایک اور طبقہ علماء کے لئے درج ہوئے وہ سارے کرنے چاہئیں دارالعلوم کراچی اور عثمانی حضرات کو بھی اس تحریک کو OWN کرنا چاہئے چونکہ دارالعلوم

کراچی کا نام عالمی سطح کے اداروں میں ہوتا ہے لہٰذا اس ادارے سے (اگر چہ بہت پہلے ہونا چاہئے تھا) اسلامی ریاست کیا ہوتی ہے اس کے خدوخال دور حاضر کی اسلامی ریاست، اسلامی ریاست کا قیام، اسلامی ریاست کے قیامِ کا طریق کار، کفالت اور دیگر اسلامی ریاست جیسے موضوعات پر سیر حاصل لٹریچر پیدا کرنا چاہئے تصنیفات کی کثرت سے ذہنوں میں بیداری آتی ہے۔ نیز اس سلسلے میں ایک مسابقت کی کیفیت اور شعور کی بیداری کے لئے مقابلہ، مضامین نویسی یا ان موضوعات پر تصنیفات پر معقول انعامات کا سلسہ جاری کرنا چاہیے۔

4۔دیوبندی صوفی طبقات

حلقہ دیوبند کے جو صوفی طبقات ہیں وہ نقشبندی سلسلہ سے وابستہ ہیں یا اکثر حضرات حضرت تھانوی صاحب کے عقیدمند ہیں حضرت تھانوی کی عقیدت میں تمام تھانوی اوراشرفی حضرات کو بھی تحریک پاکستان کی افادیت اس کے مقاصد کی آبیاری اوران مقاصد کے حصول کے لئے بھرپور کوششیں کرنا چاہئیں اور اپنی اپنی خانقاہوں میں ریاست، دور حاضر کی اسلامی ریاست اوراسلامی ریاست کے قیام کا طریقہ جیسے موضوعات پر اظہار خیال کو عام کرنا چاہئے اوراسے اپنے سلسلہ مریدین کواس کی اہمیت واضح کرنی چاہئے اور خلافت اور کفالت عامہ کے تصورات کا چرچا کردینا چاہئے۔

5۔وکلاء برادری

پاکستان کے بانیان میں سے علامہ اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح خود وکالت کے پیشہ سے متعلق تھے اوراس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی ریاست کے قیام میں بھی اس طبقہ کی اہمیت واضح ہے۔ قیام پاکستان میں بھی انہوں نے بھرپور حصہ لیا اوراب آئندہ بھی پاکستان کواسلامی ریاست بنانے میں اس طبقہ کا بڑا کردار ہوگا۔ چیف جسٹس کی حالیہ تحریک نے مجموعی طور پراس طبقہ کے خلوص، جذبہ اورایثار ولگن پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے۔

اس طبقہ کی اہمیت اس وجہ سے بھی ہے کہ اسلامی ریاست کے قیام میں سب سے اہم شعبہ اسلامی قانون، کا ہوگا اور قانون دان حضرات ہی قانون کے شعبے کو سنبھالیں گے۔ پھر موجودہ

مغربی ظالمانہ قانون اور طریقہ تفتیش وقیدیوں کی نگہداشت وغیرہ چونکہ غیر اسلامی ہے اس کو اسلام کی تعلیمات کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کے لئے کہاں کہاں تبدیلی کی ضرورت ہے وہ ماہرین قانون ہی بتا سکتے ہیں۔لہٰذا ـــــــــــــ اس طبقہ وکلاء سے میرے نزدیک پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کے سلسلے میں بڑی توقعات اور امیدیں وابستہ ہیں اور منبر ومحراب سے وابستہ حضرات سے زیادہ ہیں کاش اس طبقہ سے پھر کوئی اقبال اور محمد علی جناح پیدا ہو جائے۔

نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے

وہی آب وگل ایراں وہی تبریز ہے ساقی

اس طبقہ کے کرنے کا کام یہ ہے کہ وہ بار کی سطح پر پاکستان ،تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کو OWN کریں اس کا تذکرہ ،سیمینار ،محاضرات کا سلسلہ جاری کریں۔

سب سے اہم کام یہ ہے کہ اگر پاکستان کو دور حاضر کی اسلامی ریاست بنانے کے عنوان پر تصانیف کا مقابلہ منعقد کریں اور اس سلسلہ میں گرانقدر انعامات مقرر کریں تو ایک صحتمند مسابقت کے ساتھ صحت مند انداز تحقیق وجستجو کا سلسلہ آگے بڑھ سکتا ہے اس سے حقیقت کا شعور عام ہوگا اور اسلامی ریاست سے متعلق مختلف موضوعات پر آراء سامنے آئیں گی تو صحیح رائے تک پہنچنا آسان ہوگا۔

6۔علامہ اقبال کا مدح خواں طبقہ

پاکستان کا نام آئے یا تحریک پاکستان کا اور علامہ اقبال کا نام اور تذکرہ نہ ہو یہ ممکن ہی نہیں۔علامہ اقبال کے کلام ہی نے برطانوی ہند میں آزادی کی تڑپ پیدا کی اور مسلمانوں میں غلامی کی زنجیریں توڑنے اور ’’ممولے کو شہباز‘‘ سے لڑانے کا جذبہ پیدا کر دیا۔

علامہ اقبال کے مدح خوانوں کی کمی نہیں ان کے کلام کے عاشقوں کی بھی کثرت ہے ہر شعبہ زندگی اور ہر مکتب فکر میں عام ہیں تاہم ان کا اکٹھے ہو کر ہر شہر اور قریہ قریہ کوئی کام کرنا یہ اچھنبے کی بات ہے۔

تحریک پاکستان کا جذبہ بیدا کرنا ہے ـــــــــــــــ اور ــــــــــــــــ

’’آزادی‘‘ کا حقیقی جذبہ پیدا کرنا ہے ـــــــــــــ اور پاکستان کو حقیقی اسلامی ریاست بنانا

ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ تو اس طبقہ کو بھی آگے بڑھنا ہوگا۔ ہر وہ شخص جو اپنے دل میں علامہ اقبال کا قدر دان ہے اور ان کے کلام کی عظمت کا معترف ہے اسے اپنے گردوپیش میں اپنے ہم خیال لوگوں کو تلاش کر کے مختلف فورم بنانے ہوں گے اور ''بزم اقبال'' طرز کی محفلیں سجانا ہوں گی تا کہ عوام کے دلوں تک رسائی حاصل کر کے اسلامی جذبے کو دلوں میں تازہ کیا جا سکے۔ مرکزیہ مجلس اقبال کا کام قابلِ ستایش ہے وہ اس سلسلہ کو پورے ملک میں پھیلا سکتی ہے ان کے ہاں سالانہ اجلاسوں میں پاکستان کو دورِ حاضر کی اسلامی ریاست بنانے کے لئے ناگزیر لوازم کا تذکرہ ہونا چاہیے اور عملی اقدامات کے لئے تجاویز سامنے لانی چاہئیں تا کہ قوم کی رہنمائی ہو سکے۔

7۔ مسلم لیگ

مسلمانوں کی وہ سیاسی جماعت جو 1906ء میں ڈھاکہ میں بنی اور قائداعظم محمد علی جناح نے اس کی قیادت کر کے پاکستان کا حصول ممکن بنا دیا۔ اس جماعت نے قیام پاکستان کے بعد کئی روپ بدلے ہیں اور اب اس کی شکل بھی پہچانی نہیں جا رہی۔ ہر فوجی حکمران نے مسلم لیگ کو اپنایا اور اس کے ایک حصے کو وقتی طور پر اقتدار میں شامل کر کے باقی زندگی کسی کام کا نہ چھوڑا۔

تاہم۔۔۔۔۔۔۔۔ آج بھی پاکستان کو عملاً موجودہ سیاسی ابتری کی حالت سے ایک جدید اسلامی فلاحی جمہوری ریاست میں ڈھالنے کے کام کو مسلم لیگ سرانجام دے سکتی ہے۔ مگر اس کے لئے پاکستان کی سطح پر کسی اتحاد سے پہلے تمام مسلم لیگیوں کا 'اتحاد' ضروری ہے۔ گو یہ بظاہر ناممکن نظر آتا ہے مگر حقیقتاً ناممکن نہیں خلوص شرط ہے۔ اس مضمون کے مندرجات کی حد تک جو بھی سیاسی کارکن اور سیاسی لیڈر اپنے آپ کو کسی مسلم لیگ میں شامل سمجھتے ہیں۔ انہیں۔۔۔۔۔۔۔۔

(1) خود ایک اچھا مسلمان بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(2) اس کے کردار و عمل میں قائداعظم کی سی صداقت و بیباکی اور علامہ اقبال کی سی سوچ اور جذبہ ہونا چاہیے۔

(3) اس بات کا شعور کہ تحریک پاکستان کیوں برپا ہوئی، دوقومی نظریہ کیا تھا، آج اس کی کیا عملی تفسیر ہے؟ اس بات کا فہم مسلم لیگی کے لئے ضروری ہے۔

(4) ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ'' کی ذمہ داریاں سمجھنے اور ان کو ادا کرنے کی فکر کرنا چاہیے۔

(5) موجودہ پاکستان کو جدید اسلامی فلاحی جمہوری ریاست میں بدلنے کے معنی، تقاضے، کرنے کا کام اور ذمہ داریاں ــــــــــــ ایسی تفاصیل ہیں جو ہر مسلم لیگی کارکن اور جوان کو از بر ہونی چاہیے۔

ان امور کی نگہداشت، مسلم لیگ کے ہر دعویدار کارکن اور لیڈر کو دوسروں کے لئے نمونہ بننے کی کوشش کرنا چاہیے عوامی سطح پر ہم تو صرف اور صرف اس حصے کو 'اصلی' تے 'وڈی' مسلم لیگ قرار دیں گے جس کے کارکنوں کی اکثریت اوپر درج اوصاف کی حامل نظر آئے گی۔ سیاسی سطح پر یہی کہا جاسکتا ہے کہ مسلم لیگیوں نے اس ملک سے جتنا فائدہ اٹھایا ہے ان کی اگلی نسلوں کو اس ملک کی بہتری کے لئے اب پاکستان کو واقعی اسلامی ریاست بنانے میں کردار ادا کرنا چاہیے۔

کانگریس اور دیگر پاکستان مخالف جماعتوں سے وابستہ طبقات

اوپر تذکرہ کردہ تمام اہم طبقات وہ تھے جو عملاً پاکستان بنانے میں شریک رہے اور ان کی گھٹی میں پاکستان کے قیام کا جذبہ رواں دواں ہے اور ماں باپ سے بچپن ہی سے پاکستان بننے کے لئے جو قربانیاں دی گئیں ان کا تذکرہ سنتے اور پڑھتے آرہے ہیں۔

اب ذکر اس طبقہ کا ہے جو قیام پاکستان کے وقت تو مسلم لیگ یا دوقومی نظریے کا مخالف تھا تاہم پاکستان بن جانے کے بعد اس طبقے نے پاکستان کو OPT کیا اور پاکستان کو اپنا 'مستقر' بنانے کا فیصلہ کرلیا۔ اس میں وہ طبقہ بھی ہے جو پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان کے رہنے والے تھے اور وہ بھی ہیں جو مشرقی علاقہ جات سے ہجرت کرکے پاکستان آگئے۔

قیام پاکستان کے بعد دس پندرہ سال تو یہ طبقہ خاموش رہا اور حالات کو دیکھتا رہا بعدازاں اس نے بھی عملی سیاست میں قدم رکھا ہے۔ تاہم اس طبقہ کی سیاست مجموعی طور پر پاکستان کو اور اس کے حالات کو ایک 'مبصر' کے طور پر دیکھنے والوں اور وقتی طور پر مراعات حاصل کرنے والوں کی سی ہے۔

یہ طبقات اپنے نظریات اور آبائی سوچ کی وجہ سے ابھی تک پوری طرح پاکستان کو اپنا

نہیں سکے۔اتحادامت کے حوالے سے گزارش یہ ہے کہ اس طبقے کو بھی اب منفی سیاست تو دور کی بات ہے غیر جانبداری سے بھی آگے بڑھ اس ملک عزیز کو اس کے اکابرین کے دعووں کے مطابق صحیح اسلامی ریاست میں ڈھالنے کے عمل میں خود آگے بڑھ کر حصہ لینا چاہیے۔

اوپر درج طبقات اپنے اپنے حلقوں میں اور اپنی اپنی صفوں میں پاکستان، اس کے قیام کے مقاصد اس کو دور حاضر میں جدید اسلامی ریاست بنانے کے تقاضے عام کرنے اور عوام کو اس کا شعور دینے میں کامیاب ہوگئے تو یہ پاکستان کے لئے ایک نئی زندگی ہوگی اور پاکستان صحیح سمت پر گامزن ہوکر جلد ہی اپنی منزل کو پالے گا۔

ہم نے اوپر چند اہم اور نمایاں طبقات اور ان میں بعض نمایاں شخصیات کے نام گنوادیے ہیں صاف ظاہر ہے کہ نہ ہمارا علم کامل ہے اور نہ معلومات ہی کامل ہیں اور نہ ہی اس بات کا دعویٰ ہے۔اگر چند اہم شخصیات کے اسمائے گرامی یا کسی اہم طبقہ کا تذکرہ رہ گیا ہوتو قارئین اسے ہماری کوتاہی سمجھ کر درگزر کردیں اور ہمیں معاف کرتے ہوئے وہ طبقات بھی پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلام کا گہوارہ، برطانوی ہند کے مسلمانوں کے خوابوں کی تعبیر اور ہمارے لاکھوں شہداء کی قربانیوں کا ثمر بنانے کے لئے کمربستہ ہوجائیں کہ لوگ پاکستان کو دور حاضر میں اسلام کی سیاسی، سماجی اور اقتصادی تعلیمات کا عملی نمونہ اور مرقع کے طور پر دیکھ سکیں اور اس ملک کے مسلم اور غیر مسلم تمام شہری اسلام کے کفالت عامہ کے نظام کی برکات سے بہرہ ور ہوسکیں اور اسلاف کی محنتوں اور قربانیوں کو خراج تحسین پیش کرسکیں۔

اس مضمون کا دوسرا حصہ ان شاء اللہ اگلے شمارے میں قارئین کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔

رمضان المبارک کا مہینہ

وہ مہینہ ہے جس میں

قرآن مجید

نازل کیا گیا

اور اس مہینے کی عبادات و قیام سے دیگر برکات و منافع کے حصول کے علاوہ قرآن مجید کی عظمت وجلالت شان بھی قلب انسانی پر منکشف ہوتی ہے۔اس رمضان المبارک کے دوران بھی شدید احساس ہوا کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے اترا ہے اور ''ذکر'' بن کر اترا ہے اور ''ذکر اللہ'' ہے

ذکر بطور نصیحت ہی قرآن میں زیادہ تر مستعمل ہوا ہے مگر بد قسمتی سے ہمارے ہاں لفظ ''ذکر'' نصیحت کی بجائے ''تسبیح پھیرنے'' کے معنی میں زیادہ مستعمل ہے یا لفظ ''اللہ'' یا دیگر کلمات کو بار بار جہری طور پر یا چپکے چپکے دل میں دہرانے کا نام ہے۔

اسی مناسب سے حکمت بالغہ کے صفحات میں سے ہم ''ذکر اللہ'' کے عنوان پر شائع شدہ مضمون دوبارہ شامل اشاعت کر رہے ہیں ــــــــــــ اس سے شاید بہتوں کا بھلا ہوگا۔اور اے کاش کہ عظمت قرآن ہمارے دلوں میں نقش ہو جائے اور ہم قاری قرآن کے بجائے مجسم قرآن کا روپ دھار سکیں۔

ع قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

(ادارہ)

کیا ذکراللہ سے
مراد مُنزّل من اللّٰہ......آخری کتاب
قرآن مجید
ہے؟

انجینئر مختار فاروقی

قرآن مجید بلا شبہ اللہ تعالیٰ حق سبحانہ کا کلام ہے اور کلام متکلم کی صفت ہوتا ہے۔ کلام سے متکلم کی ہی شانیں جھلکتی ہیں۔اللہ تعالیٰ کی شانیں جس طرح ہمہ گیر اور متنوع قسم کی ہیں اسی طرح کلام پاک کی شانیں بھی ہمہ گیر اور متنوع ہیں۔قرآن مجید کے لئے خود قرآن میں الذکر، ذکریٰ، تذکرہ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔فرمایا:

اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحفِظُونَ O(الحجر۔9)

''بے شک یہ (کتاب) نصیحت ہمیں نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں''

اِنَّ ھٰذِہٖ تَذکِرَۃٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیلاً O (المزمل۔19)

''یہ (قرآن) تو نصیحت ہے سو جو چاہے اپنے پروردگار تک (پہنچنے) کا راستہ اختیار کرلے''

اِنَّ ھٰذِہٖ تَذکِرَۃٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیلاً O (الدھر۔29)

''یہ تو نصیحت ہے جو چاہے اپنے پروردگار کی طرف پہنچنے کا رستہ اختیار کرے''

وَ مَا ھِیَ اِلَّاذِکرٰی لِلبَشَرِ O (المدثر۔31)

''اور یہ تو بنی آدم کیلئے نصیحت ہے''

فَمَالَھُم عَنِ التَّذکِرَۃِ مُعرِضِینَ O (المدثر۔49)

''ان کو کیا ہوا کہ نصیحت سے روگردان ہو رہے ہیں''

کَلاَّ اِنَّہٗ تَذکِرَۃٌ فَمَنْ شَآءَ ذَکَرَہٗ O (المدثر)

''کچھ شک نہیں کہ یہ نصیحت ہے تو جو چاہے اسے یاد رکھے''

''ذکر'' کے لفظی معنی استحضار اللّٰہ فی القلب (دل میں اللہ کی یاد دلانا) ہر کام نصیحت، عمل، تحریر، تقریر، گفتگو ذکر کے درجے میں ہے جس سے قلب میں اللہ کی یاد تازہ ہو جائے یا دل اللہ کی یاد سے بھر جائے۔ اسی معنی میں ذکر کے لفظ میں اس جانب بھی اشارہ ہے کہ اللہ نے فطرتِ انسانی میں بعض بدیہی باتیں ڈال دی ہیں۔

ہر انسان کے دل میں اللہ نے اپنی محبت کی کوئی نہ کوئی رمق رکھی ہے، نیکی اور بدی کی تمیز رکھی ہے، آخرت اور جوابدہی کا احساس رکھا ہے یہ احساس تازہ رہے تو کیا ہی کہنے انسان، انسان رہتا ہے مگر انسان میں نسیان کا مادہ ہے جس کی وجہ سے انسان ان بنیادی حقائق کو بھی کبھی کبھی بھول جاتا ہے ہر چیز یا نصیحت، واقعہ، عمل، تحریر، تقریر یا منظر جو دل میں اللہ کی یاد دوبارہ تازہ کر دے اور انسان کو نسیان سے نکال کر 'حضور' کی کیفیت میں لے آئے یہی ذکر ہے اسی لئے ذکر کے معنی پنجابی (یاھندی) میں لفظ 'چیتا' کرانا کے بھی کیے گئے ہیں جو اس کے حقیقی مفہوم کے بہت قریب ہے۔

اسی مفہوم میں سورۃ ق میں اللہ نے اپنی نعمتوں اور آخرت کے تذکرہ کے بعد فرمایا:

تَبۡصِرَةً وَّ ذِكۡرٰى لِكُلِّ عَبۡدٍ مُّنِيۡبٍ ۝ (قٓ ۔8)

''تاکہ رجوع لانے والے بندے ہدایت اور نصیحت حاصل کریں''

اسی سورۃ میں موت کے تذکرے، دوزخ اور جنت کے مناظر کے بعد فرمایا: لوگ قرآن مجید کی باتوں پر کیوں توجہ نہیں کرتے؟ بعض لوگ قرآن پر متوجہ ہوتے ہیں مگر اس کے لوازم پورے نہیں کرتے یقیناً قرآن مجید سے فائدہ وہی حاصل کر پاتا ہے جس کا دل زندہ ہو اندر کا انسان زندہ ہو ضمیر زندہ ہو یا ذرا کمزور اور زنگ آلود ہو گیا تو پھر زیادہ ریاضت اور محنت سے قرآن کو سنو! اور بار بار سنو! تو شاید بات دل میں اتر جائے اور دل کا زنگ دور ہو جائے۔

اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَذِكۡرٰى لِمَنۡ كَانَ لَهٗ قَلۡبٌ اَوۡ اَلۡقَى السَّمۡعَ وَهُوَ شَهِيۡدٌ ۝

''جو شخص دل (آگاہ) رکھتا ہے یا دل سے متوجہ ہو کر سنتا ہے اس کے لئے اس میں نصیحت ہے''(ق۔37)

مثبت طور پر قرآن مجید کو 'ذکر' فرما کر اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کی طرف اضافت کی

نسبت سے بھی ترکیب کئی جگہ وارد ہے۔ اور تفخیم شان اور جلالت خداوندی کی مظہر ہے۔ سورۃ جمعہ میں نماز جمعہ کی اہمیت کے ضمن میں جہاں خصوصی حکم آیا ہے وہاں خطبہ جمعہ کے لئے ذکر اللہ کا لفظ ہے جس کی مزید وضاحت احادیث مبارکہ میں آتی ہے۔ چنانچہ سنن ابی داوٗد میں ہے:

کان یخطب بسورۃ 'ق' فی کل جمعة

''رسول اکرم ﷺ ہر جمعہ میں سورۃ ق کا خطبہ دیا کرتے تھے''

اور امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں نبی اکرم ﷺ کے خطبہ جمعہ کی شان یہی بیان کی ہے:

کان یقرء القرآن ویذکر الناس

''رسول اکرم ﷺ قرآن پڑھتے تھے اور لوگوں کو نصیحت کرتے تھے''

یعنی جمعہ کے دو خطبے دراصل قرآن مجید اور کلام پاک ہی کے تذکرے سے لبریز دو مختصر تقریروں کا نام ہے جس کی وجہ سے قرآن خطبہ جمعہ کو بطور حال ''ذکر اللہ'' کہہ رہا ہے یا بطور ''رمز'' اور اشارہ کے ذکر اللہ کہہ رہا ہے کہ خطبہ جمعہ کا مزاج اللہ کے ذکر یعنی قرآن پر مبنی ہونا چاہیے۔

سورۃ الصّف اور سورۃ الجمعہ ترتیب مصحف میں بھی متصل ہیں اور معنوی لحاظ سے جوڑا سورتیں ہیں (جیسے قرآن مجید کی آخری دو سورتیں معوذتین یا سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران کو بھی معنوی لحاظ سے جوڑا ہی کہا گیا ہے جس کا اشارہ ایک فرمان نبوی ﷺ میں ہے کہ قیامت کے دن یہ دونوں سورتیں اپنے پڑھنے والوں (سمجھ کر پڑھنا) پر دو بدلیوں کی شکل میں سایہ فگن ہوں گی (اس لئے کہ بغیر سمجھے پڑھنے والا اکثر ان سورتوں میں وارد اللہ تعالیٰ کے احکام سے منہ موڑتا ہے اور خلاف ورزی کا مرتکب رہتا ہے۔ واللہ اعلم)

چنانچہ سورۃ الصّف میں جناب نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے مقصد رفیع کا ذکر ہے اور تذکرہ ہے قرآن مجید کے ہدایت کے پہلو اور دین حق کی طرف۔ چنانچہ فرمایا:

هُوَ الَّذِىٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَ دِيۡنِ الۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ وَ لَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ ۝ (الصف۔9)

''وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اسے اور سب دینوں پر غالب کرے۔ خواہ مشرکوں کو برا ہی لگے''

اس دین حق کی سربلندی کے لئے جہاد بالمال اور جہاد بالنفس کی ترغیب ہے۔سورۃ الجمعہ میں جناب نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن پاک عطا فرمایا سابقہ امت کو بھی ایسی کتاب (تورات) دی گئی تھی اس کے طرزِ عمل سے واضح ہے وہ اس کتاب کے حامل ہونے کے تقاضے پورے نہیں کر رہے تو اس پر وعید آئی ہے۔

ان دو سورتوں کے ساتھ متصل ہے سورۃ منافقون جو معناً یہ مقام رکھتی ہے (جیسا کہ سورۃ حدید میں اشارہ ہے) کہ جو لوگ دین کی تقاضے اور سچے مسلمان کی ذمہ داریاں ادا کرنے سے گریزاں رہتے ہیں وہ نفاق کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور اس نفاق سے بچنے کا طریق کیا ہے؟ کہ خود بھی اور اپنی اولاد اور متعلقین اور متوسلین کو ذکر اللہ یعنی قرآن سے دور نہ ہونے دو۔

يٰـاَيُّهَاالَّـذِيۡـنَ اٰمَنُوۡا لَاتُلۡهِكُمۡ اَمۡوَالُكُمۡ وَ لَآ اَوۡلَادُكُمۡ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَ مَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ O (المنافقون۔9)

''مومنو! تمہارا مال اور اولاد تم کو اللہ کی یاد (ذکر اللہ) سے غافل نہ کر دے اور جو ایسا کرے گا تو وہ لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں''

یہاں ذکر اللہ کے لفظ کے معنی سورۃ الجمعہ میں فَـاسۡعَوۡا اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ کے پس منظر میں دیکھنا صحیح ہے کہ خطاب جمعہ اور تعلّم قرآن سے منہ نہ موڑا جائے ورنہ نفاق پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔جیسا کہ ایک روایت میں جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من ترك ثلاث جمعات من غير عذر كتب من المنافقين

''جس نے تین جمعے بغیر کسی عذر کے چھوڑ دیے وہ منافقین میں سے لکھ دیا جاتا ہے''

(طبرانی۔عن اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ)

لہٰذا یہاں بھی ذکر اللہ سے مراد قرآن مجید ہی زیادہ اقرب ہے۔

بعینہٖ اسی طرح سورۃ المجادلہ آیت 19 میں منافقین ہی کے پس منظر میں ذکر اللہ کے الفاظ آئے ہیں جن سے مراد بھی قرآن مجید ہی ہے۔یہاں منافقین کو حزب الشیطان سے تعبیر کیا گیا ہے کہ وہ اس گروہ سے دلچسپی اور ہم آہنگی رکھنے کے سبب انہیں میں شامل ہیں۔

سورۃ النور آیت 37 میں اہل ایمان کی شان میں جو الفاظ آئے ہیں وہ مولانا شبیر احمد

عثمانی رحمہ اللہ کی تشریح سورۃ الجمعہ آخری آیت کے مطابق' ہے ہی تذکرہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا جو کسی وجہ سے خطبہ جمعہ سے اٹھ کر چلے گئے تھے۔

سورۃ الحدید آیت 16 میں قیامت کے دن اہل ایمان کے جنت میں کامیابی سے داخلے اور منافقین کے محروم رہنے اور کفار کے ساتھ انجام بد میں شریک ہو کر جہنم میں داخلے کا ذکر وضاحت کے ساتھ ہے۔ اب اس ''مرض'' سے بچاؤ کی تدبیر اور علاج کی صورت ''توبہ'' کی صورت ہے کہ تمہارے دل اب بھی رجوع کریں توبہ کریں اور دیگر اہل ایمان کی طرح اللہ تعالیٰ نے جو آیات بیّنات (قرآن مجید یا ذکر اللہ) اتارا ہے اس کے مندرجات کی طرف آ کر آمادۂ عمل ہو جائیں تو تمہارے لئے بھی اعلیٰ درجات کے دروازے کھلے ہیں۔

اسی طرح سورۃ المائدہ آیت 91 میں شراب اور جوئے کی حرمت اور دیگر احکام الٰہیہ اور حدود اللہ کے پس منظر میں ارشاد ہوا ہے کہ اے اہل ایمان تم گھبراؤ نہیں یہ شیطان تمہیں ان فضولیات (شراب جواء وغیرہ) میں لگا کر اللہ کے کلام اور نماز اور دیگر احکام خداوندی سے روکنا چاہتا ہے۔ لہٰذا تمہیں اس روش سے باز آنا چاہیے اور قرآن سے تمسّک واعتصام کر کے منکرات سے اجتناب کرنا چاہیے۔

سورۃ العنکبوت 21 واں پارہ میں ''وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ'' فرما کر اس ترکیب کو سب سے زیادہ بارعب، باوقار اور ہیبت اور دبدبہ دلانے والی ترکیب بنا دیا ہے۔

چنانچہ اوپر مثالوں سے جو بات واضح ہے اور القرآن یفسر بعضہ بعضا کے مصداق قرآن پاک میں وہ تمام مقامات جہاں ذکر اللہ یا الذکر، ذکریٰ، ذکرُنا کے الفاظ وارد ہیں ان مقامات پر ذکر اللہ سے مراد کلام اللہ، وحی الٰہی یا قرآن مجید یا کتاب اللہ ہی زیادہ فصیح و بلیغ ہیں۔ اور اس سے معانی میں زیادہ ربط اور بیان میں زیادہ فصاحت اور تاثیر کے اعتبار سے بلاغت کا حق ادا ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم

سورۃ طٰہٰ میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اور زمین پر تشریف آوری کا تذکرہ فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ہدایتِ انسانی کے لئے آسمانی ہدایت اور ''وحی'' کا تذکرہ فرمایا ہے:

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى O وَمَنْ

اَعۡرَضَ عَنۡ ذِکۡرِیۡ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا وَّ نَحۡشُرُہٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ اَعۡمٰی O
(طٰہٰ ـ124-123)

''پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جوشخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ تکلیف میں پڑے گا اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کو ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے''۔

اور اس وحی (سابقہ کتب سماوی اور قرآن سمیت سب) کو ''ذِکۡرِیۡ'' 'میرا ذکر' فرمایا ہے اور ذکر کا اشارہ ''ھدیٰ'' کی طرف ہے۔

یہاں تک گفتگو میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ ذکر اللہ سے مراد قرآن مجید ہے اسی طرح قرآن پاک میں سورۃ الرعد کی ایک ہی آیت میں دو دفعہ ''ذکر الله'' کی ترکیب آئی ہے۔ فرمایا!

وَیَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَیۡہِ اٰیَۃٌ مِّنۡ رَّبِّہٖ قُلۡ اِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَہۡدِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ اَنَابَ O اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُہُمۡ بِذِکۡرِ اللّٰہِ اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ O (الرعد۔27-28)

تفسیر عثمانی کا ترجمہ یہ ہے:

''اور کہتے ہیں کافر کیوں نہ اتری اس پر کوئی نشانی اس کے رب سے۔ کہہ دے: اللہ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہے اور راہ دکھلاتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع ہوا۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور چین پاتے ہیں ان کے دل اللہ کی یاد (ذکر اللہ) سے۔ سنتا ہے! اللہ کی یاد (ذکر اللہ) ہی سے چین پاتے ہیں دل''۔

اس آیت کی تشریح میں تفسیر عثمانی میں مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ خدا کی طرف رجوع ہونے والوں کا بیان ہوا یعنی ان کو دولت ایمان نصیب ہوتی ہے اور ذکر اللہ (خدا کی یاد) سے چین واطمینان حاصل کرتے ہیں کیونکہ سب سے بڑا ذکر تو قرآن مجید ہے اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ O (الحجر)

جسے پڑھ کر ان کے دلوں میں یقین کی کیفیت پیدا ہوتی ہے شبہات اور وساوس شیطانیہ دور ہو کر سکون و اطمینان میسر آتا ہے ایک طرف اگر حق تعالیٰ کی عظمت و مہابت دلوں میں خوف وخشیت پیدا کرتی ہے تو دوسری طرف لامحدود رحمت ومغفرت کا ذکر، قلبی سکون وراحت کا سامان بہم پہنچاتا ہے۔غرض ان کا دل ہر طرف سے ٹوٹ کر ایک خدا کی طرف جم جاتا ہے اور ذکر اللہ کا نور ان کے قلوب سے ہر طرح کی دنیوی وحشت اور گھبراہٹ دور کر دیتا ہے‘‘۔

تنویر المقباس من تفسیر ابن عبا س رضی اللہ عنہما کے اقتباس کا ترجمہ یہ ہے:

’’جو لوگ ایمان لائے (محمد ﷺ پر اور قرآن پر) اور ان کے دل مطمئن ہوتے ہیں (اور راضی ہوتے ہیں اور سکون پاتے ہیں) اللہ کی یاد سے (قرآن سے اور کہا گیا ہے اللہ کی قسم کھا لینے سے) باخبر رہو کہ اللہ ہی کی یاد سے دل مطمئن ہوتے ہے (یعنی دل سکون حاصل کرتے ہیں اور راضی رہتے ہیں)‘‘۔

اطمینان قلب کے لئے ’’ذکر اللہ‘‘ قرآن مجید ہے چنانچہ اگلی آیت میں ایسے ہی لوگوں کے لئے جنت اور نہایت اعلیٰ بدلے کا ذکر ہے جو قرآن پاک یعنی ذکر اللہ سے تمسک کرتے ہیں اور وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا پر عمل کرتے ہیں۔

اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوۡبٰى لَهُمۡ وَحُسۡنُ مَاٰبٍ (الرعد۔29)

’’جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کیے ان کے لئے خوشحالی اور عمدہ ٹھکانا ہے‘‘

اور اہل مکہ اور دیگر اقوام عالم جو امت دعوت کے مقام پر تھے ان کے لئے تنبیہ فرمائی اور قرآن پاک ہی کی تعلیم وتعلّم اور تمسک اور اعتصام کا اشارہ فرمایا ہے:

كَذٰلِكَ اَرۡسَلۡنٰكَ فِىۡۤ اُمَّةٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهَاۤ اُمَمٌ لِّتَتۡلُوَا۟ عَلَيۡهِمُ الَّذِىۡۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ وَهُمۡ يَكۡفُرُوۡنَ بِالرَّحۡمٰنِ قُلۡ هُوَ رَبِّىۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَاِلَيۡهِ مَتَابِ (الرعد۔30)

’’(جس طرح ہم اور پیغمبر بھیجتے رہے ہیں) اسی طرح (اے محمدؐ) ہم نے تم کو اس امت میں جس سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں بھیجا، تاکہ تم ان کو وہ (کتاب)

جو ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے پڑھ کر سنا دو۔ اور یہ لوگ رحمٰن کو نہیں مانتے کہہ دو وہی تو میرا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں''

سورۃ الکہف میں اور زیادہ وضاحت کے ساتھ اور کھلے الفاظ میں ذکر اللہ اور ''ذکری'' کے بعد ''ذکرنا'' کے الفاظ وارد ہیں۔ فرمایا:

وَ اتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَامُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَ لَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًاO وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَاتَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ لَاتُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا O (الکہف۔27-28)

''اور اپنے پروردگار کی کتاب کو جو تمہارے پاس بھیجی جاتی ہے پڑھتے رہا کرو اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور اس کے سوا تم کہیں پناہ بھی نہیں پاؤ گے اور جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے اور اس کی خوشنودی کے طالب ہیں ان کے ساتھ صبر کرتے رہو اور تمہاری نگاہیں ان میں سے (گزر کر اور طرف) نہ دوڑیں کہ تم آسائش زندگانی دنیا کے خواستگار ہو جاؤ جس شخص کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا کام حد سے بڑھ گیا ہے اس کا کہا نہ ماننا''

اللہ تعالیٰ نے یہاں ''تلاوت کتاب'' کو ہی ''ذِکرُنَا'' کہہ کر یہ بات واضح فرما دی کہ آپ ﷺ خود بھی قرآن پاک کی تلاوت فرمائیں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی یہی سکھائیں اور انہیں اس قرآن پاک کے ساتھ تذکیر اور غور و فکر کا حکم دیں اور ان کی نگرانی فرمائیں اور اس مصروفیت سے آپ کی نگاہیں کہیں اور نہ اٹھیں اور جو لوگ اس قرآن مجید (ذکرنا) کو قبول کر کے کی تلاوت سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے ساتھ آگے پھیلانے سے گریزاں ہیں ان کی باتوں میں نہ آئیں۔

اوپر درج کردہ آیات اور اس کے تفسیری اقتباسات سے واضح ہے کہ الذکر، ذکرنا، ذکری اور ذکر اللہ سے اصلاً مراد قرآن مجید ہے اس کے بعد ادعیہ مسنونہ و ماثورہ ہیں اور پھر اذکار

مسنونہ و ماثورہ ہیں، کسی ماہر معالج کے بتائے نسخہ پر عمل کرنے کی طرح کسی روحانی معالج کے بتائے اذکار واشغال بھی اپنی جگہ اہمیت کے حامل ہیں۔ ہر چیز کو اپنے مقام اور محل پر رکھنا ہی حکمت اور عقلمندی ہے۔

''ذکر اللہ'' کی ترکیب قرآن پاک میں زیادہ اہتمام ظاہری کے ساتھ جس مقام پر استعمال ہوئی ہے وہ سورۃ الزمر میں 23ویں پارے کے بالکل اختتام پر ہے۔ اس جگہ پس منظر میں قرآن پاک اور کلام اللہ کی شان ارفع کا تذکرہ ہے اور اہل کلمہ کو فرمایا یہ جارہا ہے کہ یہ کلام اللہ ایسا کلام ہے کہ اگر تمہارے دلوں میں ذرا بھی حق کی رمق ہو تو تمہیں اس ''احسن الحدیث'' کے سامنے موم ہو جانا چاہیے چنانچہ دو دفعہ ''ذکر اللہ'' کی ترکیب قریب قریب آتی ہے۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَۃِ قُلُوْبُھُمْ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ O اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَ قُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُدَی اللّٰہِ یَھْدِیْ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَالَہٗ مِنْ ھَادٍ O (الزمر۔22-23)

''بھلا جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہو اور وہ اپنے پروردگار کی طرف سے روشنی پر ہو (تو کیا وہ سخت دل کافر کی طرح ہو سکتا ہے)۔ پس ان پر افسوس ہے جن کے دل اللہ کی یاد سے سخت ہو رہے ہیں اور یہی لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نہایت اچھی باتیں نازل فرمائی ہیں (یعنی) کتاب (جس کی آیتیں باہم) ملتی جلتی ہیں اور دہرائی جاتی ہیں جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کے بدن کے (اس سے) رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کی یاد کی طرف (متوجہ) ہو جاتے ہیں یہی اللہ کی ہدایت ہے، وہ اس سے جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں''

یہاں پھر ذکر اللہ سے مراد واضح قرائن کی روشنی میں ''کتاب اللہ'' اور قرآن مجید ہی

ہے اس لئے کہ سیاق کلام میں خطاب عام ہے اور کفار سے خطاب میں ''ذکر اللہ'' کا اشارہ ''وحی الٰہی'' زیادہ بلیغ ہے۔ ہمارے ہاں کے مروّجہ ذکر الٰہی ''ذکر اللہ'' کے حوالے سے اطمینان قلب اور غموں اور پریشانیوں کو دور کرنے والا قرآن مجید منبع ایمان اور سرچشمہ یقین ہے لہٰذا قرآن پاک سے ایمان پیدا ہوتا ہے۔ سورۃ الانفال میں ہے ''اہل ایمان جب قرآن پاک کو توجہ سے سنتے ہیں (سمجھتے ہیں عمل کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں) تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے'' گویا قرآن پاک سے تمسک اور اس کے علم کا حصول اور اس کے اندر ہدایت پر غور وفکر سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور ایمان میں اضافہ غموں اور پریشانی کے خرمن کو بھسم کر کے رکھ دیتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اہل کی شان کئی جگہ یہی بیان ہوئی ہے کہ ''لَا خَوفٌ عَلَيهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحزَنُونَ'' (نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے)۔

گویا سورۃ الرعد کی آیات میں ذکر اللہ سے اشتغال اور ایمان کے نتیجے میں خوف، حزن، ملال، رنج وغم ہر چیز کا ظاہری اور معنوی خاتمہ ہو جاتا ہے اس میں قدر مشترک کلام پاک اور وحی الٰہی ہے۔

ضمیمہ: فرمان رسالت ﷺ میں غموں اور پریشانیوں سے نجات کے ضمن میں دو ہدایات

اس ضمن میں جناب نبی اکرم ﷺ نے نہایت وضاحت وصراحت فرما دی ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا!

مَنۡ جَعَلَ الۡهُمُومَ هَمًّا وَاحِدًا هَمَّ اٰخِرَتِهٖ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّ دُنۡيَاهُ وَ مَنۡ تَشَعَّبَتۡ بِهِ الۡهُمُومُ فِیۡ اَحۡوَالِ الدُّنۡيَا لَمۡ يُبَالِ اللّٰهُ فِیۡ اَیِّ اَوۡدِيَتِهَا هَلَكَ

(ابن ماجہ۔ عن عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ)

''جو شخص سارے غموں کو ایک ہی غم یعنی آخرت کا غم بنا لے اللہ اس کے دنیاوی غم کے لئے کافی ہو جاتے ہیں اور جس شخص کو افکار دنیا کے حالات میں بکھیر دیں۔ اس کی اللہ تعالیٰ پرواہ نہیں کرتے کہ کس وادی میں ہلاک ہو''۔

گویا آخرت کو ترجیح دے دینا اور صرف آخرت کے پیش نظر دنیاوی مشغولات اور مالی معاملات کو حلال کے حدود کے اندر لے آنا انسان کو پریشانیوں سے نجات دلانے والا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے معاملات کو سمیٹ دیتا ہے۔

اسی طرح دوسری حدیث جو ایک شاندار دعا ہے اس میں جناب نبی اکرم ﷺ نے اللہ کی بے حد تعریف اور اپنی بے بضاعتی کا تذکرہ کر کے اللہ تعالیٰ سے قرآن مجید سے ایسے لگاؤ اور محبت (بمعنی عمر اور صلاحیت کے لحاظ سے اس کتاب کو سمجھنے اور سیکھنے کی عمر میں ہیں) کی استدعا کی ہے جو کہ تمام غموں اور پریشانیوں کے ازالے کا سبب بن جائے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی عَبۡدُکَ

اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں

وَ ابۡنُ عَبۡدِکَ   وَ ابۡنُ اَمَتِکَ

تیرے ایک ناچیز غلام اور ادنیٰ کنیز کا بیٹا ہوں

فِیۡ قَبۡضَتِکَ   نَاصِیَتِیۡ بِیَدِکَ

مجھ پر تیرا ہی کامل اختیار ہے اور میری پیشانی تیرے ہی ہاتھ میں ہے

مَاضٍ فِیَّ حُکۡمُکَ   عَدۡلُ فِیَّ قَضَائُکَ

نافذ ہے میرے بارے میں تیرا ہر حکم   اور عدل ہے میرے معاملے میں تیرا ہر فیصلہ

اَسۡئَلُکَ

میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں

بِکُلِّ اسۡمٍ ھُوَ لَکَ   سَمَّیۡتَ بِہٖ نَفۡسَکَ

تیرے ہر اس پاک نام کے واسطے سے جس سے تو نے اپنی ذات مقدس کو موسوم فرمایا

اَوۡ عَلَّمۡتَہٗ اَحَدًا مِنۡ خَلۡقِکَ   اَوۡ اَنۡزَلۡتَہٗ فِیۡ کِتَابِکَ

یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو تلقین فرمایا   یا اپنی کسی کتاب میں نازل فرمایا

اَوِ اسۡتَأۡثَرۡتَ بِہٖ فِیۡ مَکۡنُوۡنِ الۡغَیۡبِ عِنۡدَکَ

یا اسے اپنے مخصوص خزانہ غیب ہی میں محفوظ رکھا

اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ

کہ تو بنادے قرآن مجید کو

رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَ نُوْرَ صَدْرِیْ

میرے دل کی بہار اور میرے سینے کا نور

وَجِلاَءَ حُزْنِیْ وَ ذِھَابَ ھَمِّیْ وَ غَمِّیْ

اور میرے رنج وحزن کی جلا اور میرے تفکرات اور غموں کے ازالے کا سبب

(اٰمین یا رب العٰلمین)

ایسا ہی ہوا ے تمام جہانوں کے پروردگار!

(عبداللہؓ ابن مسعود مسند احمد: حوالہ 4306/452)

گویا عظیم ماثور دعا میں بھی اطمینان قلب اور غموں کے ازالے کا سب سے بڑا ہتھیار قرآن پاک ہی قرار دیا گیا۔

انسان کے صحیح راستے پر چلنے اور صراط مستقیم پر استقامت کی راہ میں ایک دشمن شیطان حائل ہے وہ انسان سے کچھ غلطیاں، نافرمانیاں کرا کر انسان کے لئے اپنے رب کے سامنے شرمندہ اور پشیمان ہونے کے مواقع پیدا کرتا رہتا ہے اس شیطان سے بچاؤ کے لئے بھی قرآن مجید کا علم سیکھنا اور آگے سکھانا اور حقوق قرآن کا ادا کرنا ہی واحد ذریعہ ہوسکتے ہیں۔

کشتن ابلیس کارے مشکل است زاں کہ اوگم اندر اعماق دل است

خوش تر آں باشد مسلمانش کنی کشتہ شمشیر قرانش کنی

''ابلیس کو ہلاک کردینا مشکل (ناممکن) ہے کہ وہ انسان کے باطن کی گہرائیوں میں بھی چھپا ہوا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس کو اپنے تابع کرلو یعنی قرآن مجید کی شمشیر سے اس کو گھائل اور زخمی کردو (کہ وہ اس کلام پاک کا توڑ نہیں کرسکتا)''۔

کلام پاک میں اسے جہاد بالقرآن "وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا" فرمایا گیا ہے یعنی جہاد کبیر۔ سبحان اللہ کیا عالی شان ہے رب کائنات اور کیا عالی شان ہے اس کے کلام کی۔

حیرت انگیز سائنسی انکشافات (1)

بے شک جو سائنس کی انتہا ہے وہ قرآن کریم کی ابتدا ہے

انجینئر سلطان بشیر محمود

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ O فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ۖۚ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ O

''اور اگر تمہیں اس امر میں شک ہو کہ یہ کتاب جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے (یہ ہماری ہے یا نہیں) تو اس کے مانند ایک ہی سورت بنا لاؤ، اور اپنے سارے ہم نواؤں کو (بھی) بلا لو، ایک اللہ کو چھوڑ کر باقی جس جس کی چاہو مدد لے لو۔ اگر تم سچے ہو تو یہ کام کر دیکھاؤ (لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا) اور یقیناً کبھی نہیں کر سکتے، تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن ہیں انسان اور پتھر۔ تیار کی گئی ہے منکرین حق کے لئے''
(البقرہ۔23-24)

قرآن کریم حق ہے اور چونکہ سائنس بھی حق کی تلاش میں سرگرداں ہے اس لئے بالآخر سائنس خود بخود قرآن کریم تک پہنچ رہی ہے۔ مندرجہ ذیل میں ہم اس سلسلہ میں جدید سائنس کی کچھ اہم ترین دریافتوں کے حوالے سے دیکھیں گے جن کا آج سے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال پہلے قرآن کریم اصولی طور پر اعلان کر چکا تھا۔ یہ محض برف کے لامحدود تودے (GIANT ICE BERG) کا پانی سے باہر نظر آنے والا حصہ ہے، جو اس کے اندر ہے وہ ظاہر سے بہت زیادہ ہے جس کے راز وقت کے ساتھ ساتھ کھلتے جائیں گے۔ بہر حال کسی بھی غیر متعصب آدمی کے لئے یہ

اس بات کی حجت ہے کہ قرآن کریم کسی انسان کی تخلیق نہیں، بلکہ یہ رب العالمین کی وحی ہے جو محمد مصطفےٰ ﷺ کی معرفت دنیا کو دی گئی تھی۔

اصل سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر طبیعیات کے بارے میں اس کی باتیں صحیح ہیں تو پھر مابعدالطبیعیات کی باتوں پر کیسے شک کیا جاسکتا ہے؟ مندرجہ ذیل موازنہ کسی بھی سلیم الطبع انسان کی ہدایت کے لئے کافی ہونا چاہیے۔

1۔ کائنات ہمیشہ سے نہیں

بیسویں صدی کے نصف تک سائنس یہ کہتی آئی ہے کہ کائنات کو دوام حاصل ہے، یہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ لیکن 1950ء میں ہونے والی دریافتوں نے اس نظریہ کو بدل ڈالا اور اب سائنس اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ کائنات بھی ایک تخلیقی عمل ہے جس کا کوئی پندرہ ارب سال پہلے اچانک بگ بینگ سے آغاز ہوا۔ سائنسدانوں کے لئے یہ بات حیران کن ہونی چاہیے کہ اُن کی ان دریافتوں سے بہت پہلے قرآن کریم میں بار بار اعلان کیا گیا تھا کہ اللہ کائنات کا خالق ہے اس نے اس کو شروع کیا اور وہی اس کو ختم کرے گا۔ مثلاً فرمایا اِنَّـہٗ ھُـوَ یُبۡدِئُ وَیُعِیۡدُ (85-13) (بے شک وہی ہے جو ہر چیز کو لا وجود سے وجود میں لاتا ہے اور پھر مار کر نئے سرے سے پیدا کرتا ہے)______ قرآن پاک میں اس نوعیت کی سینکڑوں آیات ہیں جو بار بار بتاتی ہیں کہ کائنات ہمیشہ سے نہیں بلکہ دوام صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

2۔ اچانک تخلیقی امر کا اصول

قرآن کریم کا عام تخلیقی اصول خواہ اس کا تعلق بگ بینگ سے ہو یا کسی اور معاملہ سے، یہ ہے کہ تخلیقی امر ہمیشہ اچانک معرض وجود میں آئے گا۔ کوانٹم مکینکس (QUANTUM MECHANICS) کی سائنس بھی یہی بتاتی ہے کہ ہر نئی تخلیق اچانک جست (QUANTUM JUMPS) سے ہوتی ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو، جبکہ قرآن کریم میں فیصلہ کن انداز میں یہ قانون قدرت موجود ہے کہ ہر نئی تخلیق دراصل اللہ کے امر کن کا جواب ہے۔

اِنَّمَا اَمۡرُہٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیۡـًٔا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ O (36-82)

’’بے شک جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کا امر (حکم) صرف یہ ہے

کہ ہوجا (کن) تو وہ ہوجاتی ہے (فیکون)‘‘

3۔ کائنات پھیل رہی ہے

1924ء سے پہلے سائنس یہ سمجھتی تھی کہ کائنات مانند ایک جامد گولہ ہے جس میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں۔ 1920ء کی دہائی میں امریکن سائنسدان ہبل (HUBBLE) نے ستاروں کے مشاہدے سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وہ مسلسل آگے بڑھ رہے ہیں جس قدر کوئی ستارہ دور ہے اسی قدر اس کی آگے بڑھنے کی رفتار بھی زیادہ ہے۔ سائنسدانوں نے ہبل کی اس دریافت سے یہ نتیجہ نکالا کہ اگر ستارے مسلسل آگے بڑھ رہے ہیں تو ماضی بعید میں ستارے اپنے موجودہ مقامات سے قریب تر ہوں گے۔ مزید تحقیقات نے ثابت کیا کہ کائنات کی ہر سمت میں ستاروں کے آگے بڑھنے کا عمل جاری ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ کائنات پھیل رہی ہے۔

یہ کہ کائنات مسلسل وسیع تر ہورہی ہے جدید سائنس کی یہ بہت بڑی دریافت تھی جس پر کئی سائنسدانوں کو نوبل پرائز بھی ملے ہیں۔ انتہائی حیران کن بات یہ ہے کہ ان دریافتوں سے بہت پہلے قرآن کریم نے اپنے انداز میں یہ حقیقت صاف طور پر واضح کردی تھی کہ کائنات جامد نہیں بلکہ مسلسل کھل رہی ہے۔ فرمایا: ہوتا کہ

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَO(51-47)

’’اور ہم نے آسمان (کائنات) کو اپنے ہاتھ کے بل سے بنایا اور ہم یقیناً اس کو پھیلا رہے ہیں‘‘

آیت مبارک نہ صرف یہ بتاتی ہے کہ کائنات پھیل رہی ہے بلکہ یہ بھی کہ کیوں پھیل رہی ہے۔ اللہ کے ہاتھ کے استعارہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بگ بینگ ایسے تھا کہ جیسے لٹو کو گھما دیا جاتا ہے اور اس گھماؤ میں پھیلاؤ بھی ہے اور گھومنے کی حرکت بھی۔ چنانچہ آج سائنس یہ دیکھ رہی ہے کہ ایٹم سے لے کر گیلیکسیز تک ہر چیز اپنے اپنے مدار پر گھوم رہی ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ سائنس کی اتنی بڑی بات کو قرآن کریم نے تھوڑے سے الفاظ میں کس حیرت انگیز طریقہ سے واضح کردیا۔ ماسوائے سُبُحَانَ اللّٰه اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

4۔ ابتدائی مادہ کی شکل

یہ کہ کائنات مسلسل پھیل رہی ہے۔اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں ہونا چاہیے کہ اپنی ابتدا میں یہ ایک بے جسم طاقت کا گولہ ہوگی جو بگ بینگ سے پھٹ گیا۔اس لمحہ اس میں دباؤ کی قوت اور درجہ حرارت لاانتہا تھا۔سائنس بتاتی ہے کہ تخلیق کے کافی عرصہ بعد تک بھی دباؤ اور درجہ حرارت اربوں ڈگری رہا۔ اس دور میں کائنات محض توانائی اور مادہ کے بنیادی ذرات (FUNDAMENTAL PARTICLES) پر مشتمل تھی جسے سائنس پرائیمارڈیل گیسز (PRIMORDIAL GASES) کا نام دیتی ہے۔قرآن کریم اس دور کے متعلق فرماتا ہے کہ ثُمَّ اسۡتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ وَ ہِیَ دُخَانٌ ''پھر وہ آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا اور وہ ابھی تک دخان یعنی مانند دھواں تھا''(41-11)۔سبحان اللہ ابتدائے کائنات کی کیسی مثال ہے۔

5۔ کائنات کے پھیلاؤ اور توازن میں باہمی تعلق

سائنس بتاتی ہے کہ اس دور میں دباؤ اور درجہ حرارت کی وجہ سے کائنات میں شدید ہلچل تھی، کوئی توازن نہیں تھا۔توازن قائم کرنے کے لئے ایک حجم (CRITICAL VOLUME) ضروری تھا۔یوں یوں کائنات پھیلتی گئی اس کا درجہ حرارت اور دباؤ کم ہوتا گیا اور کائناتی مواد میں توازن آنے لگا۔سائنس کی یہ دریافت واقعی کمال ہے جس پر جتنا فخر کیا جائے کم ہے لیکن حیرانی کی بات یہ ہے کہ جدید سائنس سے بہت پہلے قرآن نے کائنات میں توازن اور اس کے پھیلاؤ میں تعلق کو واضح کر دیا تھا۔فرمایا:

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَ وَضَعَ الۡمِیۡزَانَ (55-7)

''اور ہم نے آسمان کو رفعت بخشی اور توازن قائم کیا''

یعنی کائنات میں توازن کے لئے پھیلاؤ ضروری ہے۔ستارے اس وقت معرض وجود میں آئے جب کائنات کسی حد تک کھل چکی تھی اور اس میں توازن پیدا ہو چکا تھا۔

6۔ رتقی کائنات(SUPER BLACK HOLE)

کائنات کے آغاز کے متعلق جدید سائنس کی یہ بھی قابل فخر دریافت ہے کہ شروع میں ساری کائنات ستارے، سیارے اور ہر چیز ایک جگہ اکٹھی مرکب تھی، کوئی علیحدہ وجود نہیں تھا توانائی کے اس مکسچر کا نام بنیادہ مادہ(PRIMORDIAL MATTER) رکھا گیا ہے۔قرآن

کریم نے سائنس کی اس عظیم دریافت سے صدیوں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ کبھی زمین و آسمان سب ہی ایک جگہ اکٹھے تھے۔فرمایا:

اَوَلَمْ یَرَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا
(الانبیآء۔30)

''یعنی ان لوگوں نے جو (قرآن کا) انکار کرتے ہیں کیا یہ دیکھ نہیں لیا کہ سب آسمان اور زمین کبھی ایک مرکب (رتق) تھے اور پھر ہم نے انہیں علیحدہ علیحدہ کر دیا''۔

رتق ایک ایسا مکسچر ہے جس میں اجزا کی اپنی حیثیت واضح نہ ہو۔سبحان اللہ ابتدائے کائنات کی اس سے بہتر تشبیہ کیا ہوسکتی ہے پھر یہ رتقی گولہ مثبت مادہ (MATTER) اور منفی مادہ (ANTIMATTER) میں پھٹ کر دو علیحدہ علیحدہ وجود کی شکل میں ہویدہ ہوا۔

ذرا آیت مبارکہ کے انداز خطاب پر غور کر لیں،فرمایا: اَوَلَمْ یَرَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا کیا قرآن کا انکار کرنے والوں نے یہ نہیں دیکھا ——————؟ یوں یہ آیت مبارکہ ایک پیشین گوئی بھی تھی یعنی کائنات کے متعلق یہ سائنسی دریافت سب سے پہلے غیر مسلم کریں گے اور معاملہ بھی ایسا ہی ہوا ہے۔

7۔ پانی زندگی کے لئے ناگزیر حقیقت

سورۃ الانبیاء کی آیت مبارکہ 30 کے اگلے حصہ میں ایک اور بہت بڑی سائنسی دریافت کا انکشاف کیا گیا ہے۔بیالوجسٹ انیسویں صدی کے آخر میں اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہر زندہ چیز،حیوانات و نباتات کا آغاز پانی سے ہوا۔لیکن ان سے چودہ صدیوں پہلے قرآن بتا چکا تھا:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ط اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ O

یعنی ہم نے ہر ایک چیز کو جو زندہ ہے پانی سے بنایا،کیا تم پھر بھی ایمان نہیں لاؤ گے؟

آیت مبارکہ کا آخری حصہ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ انسان کے ضمیر کو چیلنج ہے کہ وہ اگر سائنس پر ایمان لاتا ہے تو قرآن پر کیوں نہیں لاتا جس نے سائنس سے بہت پہلے اس کی دریافتوں کو آشکارا کر دیا تھا۔

8۔ کائنات ہمیشہ کے لئے نہیں ہے

قرآن کریم کی سینکڑوں آیات میں بتایا گیا ہے کہ ہر چیز کی انتہا اس کی فنا ہے،وقت

مقرر ہو چکا ہے جب زمین و آسمان، سبھی کی سبھی کائنات تباہ و برباد ہو جائے گی۔ کچھ عرصہ پہلے تک سائنس قرآن کی اس بات کو تسلیم نہیں کرتی تھی۔ لیکن اب اس دریافت کے بعد کہ کائنات ایک تخلیق ہے سائنس اب قرآن مجید کی قیامت والی بات پر بھی یقین لانے لگی ہے کہ یہ ہمیشہ کے لئے نہیں ہے بلکہ ایک وقت آنے والا ہے جب یہ ختم ہو جائے گی نہ صرف یہ بلکہ سائنس قرآن کریم میں بتائے گئے قیامت کے مختلف واقعات اور مناظر کی بھی تصدیق کرنے لگی ہے۔ مثلاً سائنس اب اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ سورج کا ایندھن کبھی نہ کبھی ختم ہو جائے گا اور وہ سکڑ جائے گا جبکہ قرآن کریم پہلے ہی یہ فیصلہ دے چکا تھا کہ وہ دن آنے والا ہے جب سورج لپیٹ لیا جائے گا اور دیگر ستارے بھی اپنی روشنی کھو دیں گے۔ فرمایا:

اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ O وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡكَدَرَتۡ O (التکویر۔1-2)

سائنس اور قیامت کے بارے میں مزید تفصیلات کے لئے مصنف کی کتاب ''قیامت اور حیات بعد الموت'' کا مطالعہ مفید رہے گا۔

9۔ جہاں اور بھی ہیں

کائنات اپنی جگہ بجا لیکن سائنس اس مسئلہ پر سرگرداں ہے کہ کیا ہماری طرح کی زندگی اس میں کسی اور جگہ بھی ہے؟ قرائن یہ بتاتے ہیں کہ ایسا ہونا چاہیے لیکن ستاروں کے درمیان فاصلے اتنے زیادہ ہیں کہ یہ بعید از قیاس ہے کہ ان مخلوقات سے کبھی رابطہ قائم ہو سکے۔ بہر حال قرآن کریم کی ابتداء ہی اس بات سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بے شمار دنیاؤں کا رب ہے۔ فرمایا: اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ O ''تعریف اس اللہ کی جو سب جہانوں کی پرورش کرنے والا ہے''۔ عالمین جمع ہے عالم کی جس کا مطلب ہے کہ یہی ایک جہان نہیں بلکہ بے شمار ہیں جو ''ہر دم اپنی بقا کے لئے اسی کے سوالی ہیں''۔ فرمایا: يَسۡـَٔلُهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ كُلَّ يَوۡمٍ هُوَ فِىۡ شَاۡنٍ O (55-39) کہ جو کہیں بھی آسمانوں میں اور زمین پر ہے اپنی ضروریات کے لئے اسی سے سوال کرتا ہے۔ یہ بھی بتایا کہ کائنات کا نظام انتہائی مستعد (EXTREMELY DYNAMIC) ہے اس میں ہرگز ہرگز جمود نہیں بلکہ ہر آنے والے وقت ایک نئی شان والا ہے۔ قرآن کریم کی آیات سے یہ بھی نظر آتا ہے کہ شاید وہ وقت دور نہیں جب زمینی انسان کی دوسری دنیاؤں کی مخلوقات سے

ملاقات ہو۔

10۔ خلائی تسخیر

سائنس کی انتہائی کامیابیوں میں خلائی سفر کی استطاعت حاصل کرنا ہے۔قرآن نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے خوشخبری دی، ''ہاں تم زمین و آسمان کے کناروں (HORIZONS) سے نکل سکتے ہو بشرطیکہ تم اُس طاقت کا انتظام کرلو جو اس کام کے لئے لازم ہے''۔فرمایا:

یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اِنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ اَنۡ تَنۡفُذُوا مِنۡ اَقۡطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ فَانۡفُذُوۡا ؕ لَاتَنۡفُذُوۡنَ اِلَّا بِسُلۡطٰنٍO(الرحمٰن۔32)

انسان اب ایسے طاقتور راکٹ تو ایجاد کر چکا ہے جن پر بیٹھ کر وہ اقطار السماوات والارض (NEUTRAL GRAVATIONAL ZONES) سے نکل چکا ہے لیکن سورۃ الرحمٰن کی اس سے اگلی آیت میں جس خطرے سے اسے خبردار کیا گیا ہے وہ مسلسل اپنی جگہ پر رہے گا۔فرمایا:

یُرۡسَلُ عَلَیۡکُمَا شُوَاظٌ مِّنۡ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنۡتَصِرٰنِO(الرحمٰن۔35)

یعنی جب تم اقطار السماوات والارض سے آگے جاؤ گے تو تم پر گرم گیسوں کی آگ حملہ آور ہوگی۔ یہ آگ کون سی ہے؟ سائنس نے اب جا کر معلوم کیا ہے کہ بیرونی فضاؤں میں ہمارے سورج جیسے اربوں ستارے ہر آن لاانتہا ریڈیشن (RADIATION) کی بمبارڈمنٹ (BOMBARDMENT) اور انتہائی گرم گیسوں کی لہریں (HOT SOLAR FLARES) پھینکتے رہتے ہیں جن سے بچ کر نکل جانا بڑی مشکل بات ہے۔ ہمارے اپنے سورج کے مدار میں بھی شمسی پھواریں (SOLAR FLARES) اکثر حملہ آور ہوتی رہتی ہیں، جن سے مواصلاتی سیاروں کو نقصان پہنچنے کا ہر وقت احتمال ہے۔سوچنے کی بات یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو 1400 سال پہلے یہ باتیں کس نے بتائیں؟

11۔ قوانین قدرت اٹل ہیں

آئن سٹائن جدید سائنس کا باوائے آدم سمجھا جاتا ہے۔ 1904ء میں اس نے یہ معرکۃ الآراء بات دریافت کی کہ زمان و مکان میں ہر جگہ ہر وقت ایک ہی قانونِ فطرت ہیں، ہماری زمین ہو یا کائنات کا دوسرا سرا، سائنسی قوانین میں کسی جگہ فرق نہیں۔اگر زمین پر روشنی کی

رفتار تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ ہے تو کسی بھی اور جگہ یہی رفتار ہوگی۔ یعنی قانونِ خداوندی میں کوئی تبدیلی نہیں۔ آئن سٹائن کو اس دریافت پر جتنی بھی مبارک دی جائے کم ہے لیکن اس قرآن کے بارے میں کیا کہو گے جس نے ساڑے چودہ سو سال پہلے بتا دیا کہ رب العالمین کے اصول اٹل ہیں لَا تَبۡدِیۡلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ (10-64) اللہ کی بات میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔

آئن سٹائن کی نسبتی تھیوری (THEORY OF RELATIVITY) سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جاتا ہے کہ کائنات میں ہر چیز کسی قانون کے مطابق اور ایک مقررہ پروگرام کے مطابق چل رہی ہے۔ سائنس کے اس بنیادی اصول کو قرآن کریم نے صدیوں پہلے ان الفاظ میں بیان فرمادیا!

مَاخَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَابَیۡنَھُمَا اِلَّا بِالۡحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی (الاحقاف46-3)

''ہم نے آسمانوں اور زمین میں اور ان کے درمیان نہیں پیدا کیا کسی چیز کو مگر اصول حق کے ساتھ اور ایک مقرر وقت کے لئے''

کائنات کے متعلق سائنسی قوانین کی آئن سٹائن کی ان عظیم دریافتوں کے نتیجہ میں مشہور سویڈش سائنسدان نیل بوہر نے 1930ء میں کوانٹم مکینک (QUANTUM MACHNICS) کی بنیاد اس بات پر رکھی کہ روشنی کے فوٹون چھلانگوں میں سفر کرتے ہیں، نئی چیزوں کا ظہور ارتقائی نہیں بلکہ اچانک وقوع پذیر ہوتا ہے، ایک حالت سے دوسری حالت میں تغیر بھی چھلانگ (QUANTUM JUMP) سے ہوتا ہے۔ ڈاکٹر نیل بوہر کی اس دریافت سے قرآن حکیم نے صدیوں پہلے بتا دیا تھا کہ ہر تخلیقی امر ارتقائی نہیں بلکہ ''کن'' سے شروع ہوتا ہے۔ وَمَا اَمۡرُنَا اِلَّا وَاحِدَۃٌ کَلَمۡحٍ بِالۡبَصَرِ (القمر۔54-50) یعنی ہمارا حکم امر واحد ہوتا ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا۔ اور مزید واضح کر دیا: ''بے شک اللہ تعالیٰ جو بھی کام کرنا چاہتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے'' (36-82)

کائنات کی ایک اور خاص بات یہ ہے کہ اس کا دارومدار چند ایک مخصوص نمبروں پر ہے جنہیں سائنس میں فطری عدد (CONSTANTS OF NATURE) کا نام دیا گیا ہے۔

کہیں بھی ہوں، کیسے بھی حالات ہوں یہ فطری عدد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مقرر شدہ ہیں اگر ان میں ذرہ بھر بھی تفاوت آجائے تو کائنات کا سارا کا سارا نظام بکھر جائے مثلاً کشش ثقل، ایٹم کے اندر مقناطیسی طاقت کی نسبت کئی گنا کمزور ہے اگر یہ تھوڑا سا بھی زیادہ ہوتی تو کائنات کب کی ختم ہوگئی ہوتی، اگر تھوڑا سا کم ہوتی تو ابھی تک فضا دھویں سے بھری ہوتی۔ اسی طرح اگر ایٹم کے اندر الیکٹران کا چارج پروٹون کی نسبت اربواں حصہ بھی کم ہوتا ہے تو کوئی حیواناتی اور نباتاتی زندگی ممکن نہ ہوتی، نہ ہم ہوتے اور نہ کوئی اور ہوتا۔ یعنی کائنات کا سارا نظام پہلے سے مقرر شدہ مخصوص اعداد (CONSTANTS OF NATURE) پر چل رہا ہے۔ یہی بات 14 صدیاں پہلے عرب کے میدان میں وحی کی زبان میں کہی گئی تھی: وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ (54-3) ''ہر ایک امر مقرر شدہ ہے''۔ اور مزید ارشاد ہوا کہ

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى O الَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰى O وَ الَّذِىْ قَدَّرَ فَهَدٰى O (الاعلیٰ ۔1۔3)

''اپنے رب کے نام کے گن گاؤ جو سب سے اعلیٰ ہے، جس نے یہ سب کچھ پہلی بار پیدا کیا پھر اسے سنوارا اور ہر چیز کا حساب مقرر کیا اور سب کو اپنے اپنے کام پر لگا دیا''

سورۃ الملک کی آیت مبارکہ 3 اور 4 میں تمام انسانوں بشمول سائنسدانوں کو چیلنج کیا گیا ہے:

مَا تَرٰى فِىْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ O ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِيْرٌ O

''کیا تو رحمٰن کی تخلیق میں کوئی کمی دیکھتا ہے؟ نگاہ اٹھا کر دیکھ، کیا تجھے کوئی نقص نظر آیا؟ بار بار نگاہ پلٹا، بلاشبہ تیری نظر پلٹ آئے گی تیری طرف حیرت زدہ اور عاجز ہو کر (تجھے کوئی کمی نہیں نظر آئے گی)''

کیا ساری کائنات کے بارے میں ایسی زبردست حتمی باتیں 1440 سال پہلے حضرت محمد ﷺ خود سے کہہ سکتے تھے؟ پھر بھی وہ قرآن کو نہیں مانتے؟ افسوس!

12۔ زمان ومکان کا نسبتی نظریہ

ڈاکٹر آئن سٹائن نے سب سے پہلے وقت کی نسبت (RELATIVITY OF TIME) کا نظریہ بھی پیش کیا۔لیکن قرآن پاک ان سے بہت پہلے ہی بتا چکا تھا کہ وقت کا انحصار شاہد (OBSERVER) پر ہے، کسی کا دن ہمارے ہزار برس کے مطابق ہے اور کسی کا پچاس ہزار برس ہمارے ایک دن کے برابر اور کسی پر دن ہیشگی کا بھی ہوسکتا ہے۔(حوالہ: سورۃ الحج آیت 47، سورۃ العنکبوت آیت 14، سورۃ السجدہ آیت 5)

13۔کائنات کا سکڑاؤ

جیسے پہلے کہا جا چکا ہے کہ سائنس اب قرآن کریم کی اس بات کو بھی تسلیم کرتی ہے کہ کائنات کا انجام اس کی فنا ہے جس کے نتیجہ میں ایک نئی کائنات پیدا کی جائے گی۔ یہ کیسے ہوگا؟ اس بارے سائنس اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ مستقبل میں کائنات کے پھیلاؤ کا عمل رک جائے گا جس کے بعد یہ سکڑنے لگے گی اور پھر ایک دھماکہ سے دوبارہ پیدا ہوگی، اس دھماکہ کا نام بگ امپلویژن (BIG IMPLOSION) رکھا گیا ہے۔ سائنسدانوں کے لئے یہ بات حیران کن ہوگی کہ قرآن کریم نے ان سے صدیوں پہلے کائنات کے آغاز اور انجام کے متعلق اعلان کر دیا تھا۔

يَوْمَ نَطْوِى السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًاعَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ O(الانبیاء۔104)

''وہ دن آنے والا ہے جب ہم یقیناً کائنات کو لپیٹنے والے ہیں، جیسے ایک طومار (SCROLL) کو لپیٹا جاتا ہے ایسے ہم اس کی تخلیق کا پہلے آغاز کیا تھا اور اب پھر سے ہم کرنے والے ہیں یہ لازمی وعدہ ہے ہمارا، جو ہو کر رہے گا''

سبحان اللہ ـــــــــــــــ!

14۔ پوشیدہ مادہ(THE HIDDEN MATTER)

جہاں تک یہ سوال ہے کہ پھیلتی ہوئی کائنات کیسے رکے گی؟ اس بارے میں سائنسدان کائنات میں غیبی مادے(HIDDEN MATTER) کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔اپنی کشش ثقل کی بنا پر غیبی مادہ پھیلاؤ کی قوت کے خلاف کام کرتا ہے۔جب کبھی مخالف قوت بڑھ جائے گی تو پھیلاؤ رُک جائے گا جو اس کی قیامت کا باعث ہوگا۔سائنسدانوں کے لئے یہ بات اچنبھا ہوگی کہ

قیامت کے حوالہ سے قرآن کریم بھی غیبی مادے کی بات کرتا ہے۔فرمایا:

وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَا اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ (77-16)

''اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کا غیب ہے اور قیامت کا وقت ایسا ہے کہ ایک پلک جھپکنا یا اس سے بھی کم ، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے''

ایک ہی آیت میں غیب السماوات والارض اور قیامت کا ذکر یہ واضح کرتا ہے کہ قیامت کی وجہ مادہ غیب ہوگی۔

15۔ کائنات گھوم رہی ہے

بیسویں صدی میں سائنس کی ایک اور شاندار دریافت یہ ہے کہ کائنات میں ہر چیز گھوم رہی ہے، کہکشائیں اور کائناتی دنیائیں اپنے اپنے مدار پر چکر کاٹ رہی ہیں، ستاروں کے اردگرد ان کے سیارے اپنے اپنے مدار میں چکر لگا رہے ہیں، کہکشاؤں میں ستاروں کے جھرمٹ اپنی اپنی منزلوں پر گامزن ہیں، سورج فضا میں ایک مقررہ راستے پر پچھلے پانچ ارب سال سے چھ سو میل فی سیکنڈ کی رفتار سے اپنے مدار پر بھاگا جا رہا ہے۔ کائناتی دنیاؤں کا تو کیا کہنا، بالکل انہی کی طرح ایٹم کے مرکز (NUCLEOUS) کے اردگرد الیکٹران گھوم رہے ہیں۔ ساڑھے چودہ سو سال پہلے جب جدید سائنس کا کوئی وجود نہیں تھا لوگ ستاروں کو آسمان کی چھت سے لٹکے ہوئے روشنی کے دیے سمجھتے تھے اس وقت قرآن مجید اعلان کرتا ہے: وَالشَّمْسُ تَجْرِىْ لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا (یٰسٓ) یعنی ''سورج اپنے مقررشدہ راستے پر ہمیشہ سے بھاگا چلا جا رہا ہے''۔ سورج اور چاند کے بارے میں بتاتا ہے: وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (سورۃ الرحمٰن) یعنی ''سورج اور چاند ایک حساب کے ساتھ کام کر رہے ہیں''۔ یہ کہ حرکت اور گھماؤ کائنات کی ہر چیز کی فطرت میں لکھا جا چکا ہے، اس عظیم سائنسی دریافت کے متعلق بھی قرآن کریم اپنے انوکھے اسلوب میں اعلان کرتا ہے کہ ''وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ''(86-11) یعنی'' کائنات (کی ہر چیز) کی فطرت میں گھومنا ہے''۔ لہٰذا یہ قانون خداوندی ہے کہ ایٹم ہو یا اس سے چھوٹے ذرات، کہکشائیں ہوں یا ٹوٹل کائنات اپنے اپنے مدار پر گھومنا ان کے ڈیزائن کا حصہ ہے۔ سبحان اللہ قرآن کریم نے اتنی بڑی

بات کو کس خوبی سے چند الفاظ میں بیان فرما دیا۔

16۔ جوڑوں میں تخلیق کا قانون

مشہور برٹش سائنسداں ڈیراق(DERAQ) نے 1933ء میں یہ بہت بڑی دریافت کی کہ کائنات میں مادہ منفی اور مثبت(PARTICALE AND ANTIPARTICLES) جوڑوں پر مشتمل ہے جو آغاز کائنات میں برابر برابر ظہور میں آیا۔ پری بگ بینگ سے پہلے صفر والی حالت تھی۔ پھر اچانک یہ صفر برابر تعداد میں مثبت اور منفی ذرات میں تقسیم ہو گیا۔ یوں منفی اور مثبت کائنات لاوجود سے وجود میں آ گئی۔ ڈیراق نے مادہ کے منفی اور مثبت جوڑوں کی دریافت پر نوبل انعام حاصل کیا۔

ڈیراق کی اس دریافت کے بعد معلوم ہوا کہ جوڑوں کا یہ قانون ہر مقام پر کام کر رہا ہے۔ اگر ایکشن ہے تو ری ایکشن بھی ساتھ ساتھ ہوگا، منفی کے ساتھ مثبت لازمی ہے۔ اگر ایک ستارہ دریافت ہوتا ہے تو اس کا جڑواں بھائی بھی کہیں ہونا چاہیے، ایٹم کے اندر الیکٹران کے ساتھ پروٹون بھی ہوگا، قوارق کے ساتھ لیپٹان کے جوڑے بھی ساتھ ساتھ ہوں گے، انسان کے خون میں سرخ اور سفید خلیات، X اور Y کرموسومز، نباتات میں میل (MALE) اور فی میل (FEMALE) کے جوڑے بھی ساتھ ساتھ پائے جاتے ہیں۔ یوں سائنس جوڑوں میں تخلیق کا نظام ہر جگہ دیکھ رہی ہے۔ لیکن سائنسدانوں کے لئے یہ بات قابل غور ہونی چاہیے کہ جوڑوں کی تخلیق کی بات ڈیراق سے چودہ سو سال پہلے قرآن حکیم نے ہی بتائی تھی۔ فرمایا:

وَمِنۡ كُلِّ شَىۡءٍ خَلَقۡنَا زَوۡجَيۡنِ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ (49)51

''یعنی ہر ایک چیز میں ہم نے جوڑے بنائے شاید تم غور کرو اور نصیحت حاصل کرو'

اور پھر سورۃ یٰسین میں فرمایا!

سُبۡحٰنَ الَّذِىۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ وَمِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَمِمَّا لَا يَعۡلَمُوۡنَ O(36)36

''پاک ہے وہ ذات جس نے تمام جوڑے بنائے ان چیزوں میں جنہیں زمین اگاتی ہے اور خود ان کی ذات میں اور ان چیزوں میں جنہیں وہ جانتے بھی نہیں'

یہ آیت اس بات کی بھی دلالت کرتی ہے کہ ابھی انسان نے جوڑوں کے قانون کے مطابق بہت کچھ اور بھی دریافت کرنا ہے۔

17۔ پہاڑ زمین کی میخیں

انیسویں صدی میں سائنس نے پہاڑوں کے بارے میں معلوم کیا کہ یہ زمین میں گڑے ہوئے ہیں۔ان کی جڑیں ہیں جو ان کی بلندی سے بھی زیادہ گہری ہوسکتی ہیں اور ان کا ایک مقصد سطح زمین پر توازن قائم رکھنا ہے۔قرآن مجید نے یہاں بھی سب سے پہلے بتادیا تھا کہ پہاڑ زمین میں کیلوں (NAILS) کی طرح گڑے ہوئے ہیں۔فرمایا!

اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ مِهٰدًاO وَالۡجِبَالَ اَوۡتَادًا O (النباء ۔7,6)

''کیا ہم نے زمین کو مانند فرش اور پہاڑ کو اس میں مانند کیل نہیں بنایا''

کیا خوبصورت مثال ہے۔اب جا کر معلوم ہوا ہے کہ پہاڑوں کی جڑیں زمین میں ان کی بلندیوں سے بھی زیادہ پھیلی ہوتی ہیں۔ (جاری ہے)

ڈاکٹر رفیع الدین صاحب کی کتاب

A SAMPLE TEXT BOOK OF PHYSICS

(INTER LEVEL)

سے ایک باب

کسی بھی ملک کا نظام تعلیم اس ملک کے لوگوں کے نظریات اور سوچ کو پروان چڑھانے کا ذریعہ ہوتا ہے آج دنیا ایک ''عالمی گاؤں'' بن چکی ہے ''میڈیا'' نے بالادست اقوام کے نظریات کو گھر گھر پہنچا دیا ہے اور ساری دنیا کی قدیم تہذیبیں اور افکار اس مغربی یلغار کے سامنے دم توڑ رہے ہیں۔

عہد نو برق ہے آتش زن ہر خرمن ہے　　　ایمن اس سے کوئی صحراء نہ کوئی گلشن ہے
اس نئی آگ کا اقوام کہن ایندھن ہے　　　ملتِ ختمِ رسلؐ شعلہ بہ پیراہن ہے

''تہذیبوں کا تصادم'' کے مصنف سیموئل پی ہنٹنگٹن کے بقول ایک اسلام کا نظریہ مغربی یلغار کے لئے لوہے کا چنا ثابت ہو رہا ہے۔ حقیقتاً پاکستان دوقومی نظریہ کی بنیاد پر ہی معرض وجود میں آیا تھا تاہم آج ملکوں کے درمیان معلومات کے تبادلے اور فاصلوں کے مٹ جانے سے جنوبی ایشیاء کا 1947ء کا SCENARIO اب عالمی سطح پر آ گیا ہے اور ''دوقومی نظریہ'' اب عالمی سطح پر اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ دنیا میں ایک نظریہ اور قوت اسلام ہے جبکہ ہندو، مغرب اقوام غیر مسلم، عیسائی، یہودی سب اسلام مخالف نظریات میں یکساں ہیں۔ آج ان ملکوں میں مادر پدر آزادی، اباحیت پرستی، جنسی بے راہ روی اور مذہب سے انکار اور نفرت کے اجزاء مشترک ہیں۔ جبکہ پاکستان نظریاتی مملکت ہے قرارداد مقاصد اور اپنے آئین کی رو سے ایک اللہ کی حاکمیت کی دعویدار ہے اور اللہ کے رسول کی حیثیت سے حضرت محمد ﷺ کو قانون کا شارع سمجھتی ہے لہٰذا اگر امریکہ، بھارت، سنگاپور، نیپال کا نصاب تعلیم اور درسی کتابیں وہی ہوں جو پاکستان کا نصاب تعلیم اور درسی کتب ہیں تو پاکستان کی اگلی نسلیں بھی وہی نظریات لے کر آئیں گی جو بھارت، امریکہ، نیپال، سری لنکا وغیرہ کے نظریات ہیں جو پاکستان کے اساسی نظریہ پر کلہاڑا چلانے کے مترادف ہے۔ دنیا کی دیگر قومیں اس مغربی ثقافتی گولی کو ہضم کر سکتی ہیں مگر پاکستان کی نظریاتی اساس اس کو کبھی ہضم نہیں ہونے دے سکتی پاکستان کے نظام تعلیم کو اگر نظریہ پاکستان کے مطابق ترتیب نصاب دے کر اپنی درسگاہوں سے صحیح العقیدہ مسلمان اور اقبال کے شاہین اور مرد مومن پیدا کرنے ہیں نیز قائد اعظم کے فرامین کے مطابق پاکستان کو دنیا کے لئے اسلامی اصولوں کے مطابق مثالی حکومت بنانا ہے جس سے عدل اجتماعی، مساوات، حریت اور کفالت عامہ کے تصورات کی عملی تصویر سامنے آ سکے تو پاکستان کا نصاب تعلیم دوسرے ممالک بالخصوص مغربی فکری یلغار سے آزاد کرانا ہوگا تاکہ ہماری نوجوان نسل اپنے اسلامی تصورات کے ساتھ اپنے مستقبل کی تعمیر کا جذبہ لے کر میدان عمل میں اترے اور پاکستان کو واقعی ایک جدید اسلامی جمہوری فلاحی ریاست میں بدل سکے یہ کام موجودہ سیکولر نظام تعلیم اور سیکولر درسی کتب کی موجودگی میں نہ صرف ممکن نہیں بلکہ اس سے توقع بھی عبث ہے۔ ذیل میں ڈاکٹر رفیع الدین کی کتاب کا ایک باب بطور نمونہ پیش خدمت ہے اگر آپ نے فزکس پڑھی ہے تو پڑھئے اور لطف اٹھائیے۔

فرمودۂ اقبال

بیا! تا کار ایں امت بسازیم
قمار زندگی مردانہ بازیم
چناں نالیم اندر مسجد شہر
کہ دل در سینہ ءِ مُلّا گدازیم

آؤ (اے اللہ والو اور حضرت محمد ﷺ کے دیوانو اور عاشقو!) **کہ اس مسلمان امت کو مشکلات سے نکالنے کا کام کریں، زندگی کی بازی** (غیروں اور امریکہ کی غلامی کی بجائے) **مردانہ وار** (مقابلے کے انداز میں) **کھیلیں، میں** (مسلمانوں کے دینی رہنماؤں کے پاس) **مسجد میں اسی لئے آنسو بہاتا ہوں کہ** (شاید اس طرح) **مُلّا** (دور حاضر کے علماء و صوفیاء) **کے سینے میں دل نرم ہو جائے** (اور وہ اسلام کے دوبارہ غلبے کی راہ ہموار کرنے کے لئے) **آمادۂ عمل ہو جائے۔**